امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- مولانا قاری ابوظفر رحمانی
- کتابوں کی دنیا
- ملک کا آئین خطرہ میں
- بابری مسجد تاریخ کے آئینہ میں
- مشکل حالات میں واقعہ معراج کا سبق
- اخبار جہاں، سائنس وٹکنالوجی، ہفتہ رفتہ
- ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 13 مورخہ ۷/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶/مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ

رجب کا مہینہ آ گیا، شعبان اور پھر نیکیوں کا موسم بہار رمضان المبارک، تین مہینے مسلسل، رجب میں معراج، شعبان میں شب برأت اور رمضان ہر پل ہر لمحہ رحمت پروردگار، کوئی اندازہ لگا سکتا ہے اللہ کے جود وعطا کا، اسی لیے بزرگوں سے منقول ہے کہ رجب سے ہی یہ دعا شروع کردی جائے کہ اے اللہ ہمارے لیے رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان المبارک تک ہمیں پہونچا دے تاکہ ہم اس کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوسکیں اور نیک اعمال کے ذریعہ بخشش کا سامان کرسکیں، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ رجب آتے ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگنا شروع کردیتے تھے، ایک زمانہ تک احقر بھی اسے حدیث ہی سمجھتا رہا اور اللہ معاف کرے مختلف موقعوں سے تقریروں وتحریروں میں نقل بھی کرتا رہا، لیکن جب چند سال قبل رمضان میں قطر حکومت کی دعوت پر''احوال السلف فی رمضان'' پر خطاب کے لیے وہاں پہونچا اس سلسلہ کا ایک پروگرام ''فنار'' کے آڈیٹوریم میں تھا، میں نے اپنی گفتگو کا آغاز اسی حوالہ سے کیا اور پورے اعتماد سے کیا، کیوں کہ بعض بڑوں کی تحریروں میں اس دعا کی نسبت آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، تقریر ختم ہوئی، افطار ونماز مغرب سے فراغت کے بعد باہر نکل رہا تھا کہ ایک شخص نے چلتے چلتے کان میں کہا کہ شیخ! یہ دعا بڑی پیاری ہے، لیکن نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے، چونکا ضرور، مگر حیرت اس لیے نہیں ہوئی کہ ایسی بہت سی روایتیں حدیث کے طور پر زبان زد ہیں، لیکن ان کی کوئی بنیاد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے، میں نے فوراً ہی مولانا رحمت اللہ ندوی جو بڑے عالم ہیں اور قطر ہی میں مقیم ہیں سے اس کا تذکرہ کیا، دس منٹ نہیں گذرے تھے کہ انہوں نے وہاٹس ایپ پر پوری تخریج بھیج دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلے کی وعیدیں ذہن میں آئیں کہ جس نے میری طرف قصداً جھوٹی بات منسوب کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، خوف طاری ہوا، پھر ''متعمداً ''یعنی قصداً کی قید دیکھ کر اطمینان ہوا کہ میرا شمار ان میں نہیں ہے، اس لیے کہ میرا یہ عمل قصداً نہیں تھا، مولانا رحمت اللہ ندوی حفظہ اللہ نے جو بھیجا تھا وہ تو اب محفوظ نہیں، لیکن مطالعہ سے جو بات واضح ہوئی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس روایت کے ایک روای زائدہ بن ابی الرقاد ہیں، جنہیں تہذیب التہذیب میں (۳۰۵، ۳۰۴) حافظ نے اور التاریخ الکبیر (۳/۳۳۳ حدیث ۱۳۳۵) میں منکر الحدیث لکھا ہے، اس حدیث کے ایک راوی زیاد النمیری کو میزان الاعتدال (۲/۹۱) میں ضعیف قرار دیا ہے، یہی قول مجمع الزوائد (۱۰/۳۸۸) میں جمہور محدثین کا نقل کیا ہے، علامہ نووی نے الاذکار (ص ۱۸۹) ابن رجب نے لطائف المعارف (ص ۱۲۱) اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع (۴۳۹۵) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے، البتہ دعا کے الفاظ جو ہیں ان کے ذریعہ دعا مانگنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ دعا اللہ سے مانگی جا رہی ہے، اور برکت طلب کی جارہی ہے، ان میں کچھ بھی ممنوع نہیں، بلکہ مطلوب ہے، فنی اعتبار سے حدیث میں ضعف راوی کی وجہ سے آیا ہے، میرے مطالعہ میں کسی نے اس روایت کو موضوع نہیں قرار دیا ہے۔

رجب کے سلسلے میں دو اور احادیث کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، یہ روایتیں بھی مشہور ومعروف ہیں۔ ایک روایت تو وہ ہے جس میں ان پانچ راتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں دعا رد نہیں ہوتی، ان میں ایک رات رجب کی پہلی رات مذکور ہے، یہ روایت ابن عساکر کی تاریخ دمشق (۱۰/۴۰۸) میں موجود ہے، اس روایت میں ایک راوی ابوسعید بندار بن عمر الرویانی ہیں، ابن عساکر نے عبدالعزیز النخشبی کا قول نقل کیا ہے کہ بندار سے روایت نہ سنو، اس لیے کہ وہ کذاب ہے، اس روایت کے راوی ابوقعنب مجہول ہیں اور ایک راوی عبدالقدوس کے حالات بھی پردہ خفا میں ہیں۔

ایک دوسری روایت بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ ماہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ایسی ہے، جس میں اگر کوئی روزہ رکھے اور رات کو عبادت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے (بقیہ صفحہ ۴/پر)

انسانوں کی تقسیم

اللہ رب العزت نے انسان کو قابل احترام واکرام بنایا، اس کی شکل وصورت کو دوسری مخلوقات سے اتنا خوبصورت اور اتنا ممتاز کردیا کہ جو دیکھے دیکھتا رہے، کامنی کی مورت اور موہنی سی صورت، یہ بھی بتایا کہ سارے انسان کا سلسلہ ایک آدم سے ملتا ہے، جو اس کائنات میں انسانوں کا باوا ہے اور آدم مٹی سے بنائے گیے تھے، ذات پات، اونچ نیچ، چھوت چھات کے لیے انسانی سماج میں گنجائش نہیں ہے، اسلام کی یہ واضح تعلیمات اپنے کو برتر اور دوسرے کو کمتر سمجھنے کی فطرت رکھنے والے برہمنوں کو پسند نہیں؛ کیوں کہ ان کے یہاں انسانوں کی درجہ بندی ہے، برہمن، چھتری، ویشن اور شودر، اس برہمنی تقسیم میں حکومت اور راج پاٹ کا سارا اختیار برہمن کو مل گیا اور سب سے کمزور پوری زندگی غلامی پر مامور شودر قرار پائے۔ انہیں باور کرایا گیا کہ تمہاری پیدائش اسی لیے ہوئی ہے کہ تم ہماری غلامی کرو اور ہمارے گوموت کو صاف کرو، اس تقسیم کے نتیجے میں سماج کا یہ طبقہ جو پہلے شودر اور اب دلت اور ہریجن کہا جاتا ہے، سماج سے کٹ کر رہ گیا اور وہ اچھوت قرار پایا، ویداور پران کے اشلوک اس کے کان میں پڑ جانے پر شیشہ پگھلا کر ڈالا جاتا رہا، اس کی ساری استعمال کی چیزیں ایسی نجس وناپاک قرار دی گئیں جس کو بڑی ذات والے چھو بھی نہیں سکتے تھے، اس صورت حال نے ان کے اندر احساس کمتری پیدا کردیا، وہ دوسری ذات کے لوگوں کے سامنے گردن اٹھا کر چل نہیں سکتے تھے، جوتے پہن کر ان کے دروازوں سے گذر نہیں سکتے تھے، اچھی نوکریاں ان کے لیے دستیاب نہیں تھیں، اس لیے معاشی طور پر بھی وہ مفلس وقلاش، دوسروں کے رحم وکرم پر اور دوسرے کے پھینکے ہوئے جوٹھے کھا کھا کر زندگی گذارتے رہے، مسلمانوں میں اس فکر کے رواج پانے کی کوئی وجہ نہیں تھی، لیکن ہم جس سماج میں رہتے ہیں، اس کے چاہے ان چاہے اثرات ہماری زندگی پر پڑتے ہیں، اور ہم اس تہذیب وثقافت وکلچر کو اپنا لیتے ہیں، مسلم سماج کے ساتھ بھی یہی ہوا، اس نے ان چاہے ہندو سنسکرتی کو قبول کرلیا اور ان کے یہاں بھی اشراف وارذال کی تقسیم انسانوں کے درمیان ہوگئی، کہیں زمین دار اور رعیت کی تقسیم ہوئی، کہیں ذات پات کی لعنت نے اپنے پاؤں جما لیے، لسانی اور علاقائی عصبیت نے بھی بانٹنے کا کام کیا، اس طرح یہاں بھی چھوٹی ذات بڑی ذات کا غیر اسلامی تصور داخل ہوگیا، آزادی کے بعد دستور میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے ہریجنوں اور دلتوں کے لیے رزرویشن پر زور دیا تاکہ وہ سماج کی مین اسٹریم میں شامل ہو جائیں؛ چونکہ ہمارے یہاں ذات پات کا تصور مذہبی طور پر نہیں تھا اس لیے مسلمانوں کو وہ سہولتیں ان دفعات کے تحت حاصل نہیں ہوسکیں، جو ہندوؤں کے یہاں اسی کام کے کرنے والے کو حاصل تھیں، سرکاری مفادات کے حصول کے لیے مسلمانوں نے بھی ذات پات کی بنیاد پر رزرویشن کا مطالبہ کیا، جس میں کچھ کامیابی تو ملی؛ لیکن سماج میں اس بنیاد پر کھائی اور گہری ہوگئی، لالو پرشاد یادو کے عہد حکومت میں اسے خوب ہوا دیا گیا اور ہر ذات کی الگ الگ ریلیوں کا انعقاد کیا گیا اس طرح ہر برادری کی تنظیم وجود میں آگئی، مؤمن، راعین، حوارین، کے نام پر تنظیمیں پہلے سے موجود تھیں؛ لیکن اب اس میں صدیقین اور دوسری بڑی ذات سے متعلق لوگوں کی بھی تنظیم قائم ہوگئی، اس صورت حال سے مسلمانوں کے درمیان آپسی رسہ کشی میں اضافہ ہوا اور ان خود ساختہ بنیادوں پر سیاسی سماجی اور معاشی مفاد کے حصول کی کوشش تیز تر ہوگئی؛ حالانکہ اللہ رب العزت نے قبائل اور خاندان کو صرف تعارف کا ذریعہ قرار دیا ہے، اس بنیاد پر کوئی بھی شخص مکرم ومعظم نہیں ہوسکتا، قابل احترام تو وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے یعنی بڑائی کی بنیاد تقویٰ ہے، نہ کہ ذات پات، اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات یہی ہے کہ انسان ایک نفس سے پیدا ہوا ہے؛ اس لیے مندرجہ بالا بنیادوں پر انسانوں کی تقسیم کو کسی بھی درجے میں شرعی نہیں کہا جاسکتا۔

اسلام کے اس تصور مساوات اور برابری کو کچھ لوگ یہ کہہ کر کمزور کرنا چاہتے ہیں کہ پھر شادی بیاہ میں کفو کی رعایت کا کیا مطلب ہے، (بقیہ صفحہ ۴/پر)

غلط طریقہ کار

''عدالتوں نے اب قانون شریعت کو تختۂ مشق بنانا شروع کردیا ہے، عدالتیں قانون کی تشریح کے ساتھ قرآن اور حدیث کی تشریح کرنے لگی ہیں، ججوں کا یہ طریقۂ کار نہ صرف غلط ہے، بلکہ قرآن وحدیث کی من مانی تشریح کا راستہ کھولنے والا ہے، نہ عدالتوں کا یہ کام ہے اور نہ اس میں یہ اہلیت ہے کہ وہ قرآن وحدیث کی تشریح کرسکے، قرآن وحدیث کی تشریح وتفصیل کے لئے وسیع علم اور گہرے مطالعہ کے ساتھ اصول حدیث اصول تفسیر پر عمدہ نظر ہونی ضروری ہے، عام طور سے جج حضرات اس علم سے بالکل ناواقف ہیں۔'' (امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

''یہ کیسا المیہ ہے کہ جمہوریت کی روح کہی جانے والی پارلیامنٹ اور اسمبلیوں کے ارکان میں ۱۷۶۵ ممبران پارلیامنٹ اور اسمبلی کی شبیہ مجرمانہ ہے اور ان کے خلاف ۳۰۴۵ مقدمے التوا میں ہیں، اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کئی ارکان پر ایک سے زائد معاملات درج ہیں، یعنی قانون بنانے والے ہی قانون شکن بن گیے ہیں.....دراصل سیاست کے حمام میں سبھی سیاسی پارٹیاں ننگی ہیں؛.....وقت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس صورت حال کو سمجھیں۔'' (ہرش وردھن کمار، ہندوستان ۱۹/مارچ ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

حسن سلوک:

﴿ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ ﴾ (سورۂ انعام)

مطلب: قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ انسانوں کی فلاح و بہبود اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں ہے، جب بندہ کا رشتہ اللہ سے مضبوط ہوتا ہے اور اسی طرح بندوں کا بندوں سے خوشگوار تعلقات ہوتے ہیں تو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے؛ اس لیے اللہ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے سے آدمی ضلالت وگمراہی کے راستہ پر چلا جاتا ہے، ہدایت وروشنی صرف اللہ ہی کی اطاعت سے مل سکتی ہے، سورہ بقرہ میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائیں، ان کا نگہبان اللہ ہے، وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو لوگ کفر کا طریقہ اختیار کریں، ان کے نگہبان ان کے جھوٹے خدا اور گمراہ کرنے والے آقا ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے فضل وکرم سے سارے گناہ معاف فرمادے؛ لیکن کفر وشرک کو ہرگز معاف نہیں کریں گے؛ اس لیے ایک بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لائیں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو مقصد زندگی بنائیں، اطاعت کے بغیر کامیابی اور نجات نہیں مل سکتی اور دوسرے یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں، چونکہ والدین ہی اولاد کے دنیا میں آنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور وہ اپنی اولاد کی پرورش وپرداخت میں بڑے دکھ اٹھاتے اور بے انتہا مصیبتیں جھیلتے ہیں؛ اس لیے وہ حسن سلوک کے زیادہ مستحق ہیں، والدین کی اطاعت کرنے سے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس سے رزق میں کشادگی اور عمر میں برکت نصیب ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر زیادہ ہو اور اس کا رزق بڑھا دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کی فرماں برداری واطاعت کرے اور اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے، نیکیوں کی بقا وحفاظت کے لیے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، اگر ہم ان کے ساتھ اطاعت شعاری سے پیش آئیں گے تو ہماری اولاد بھی ہمارے ساتھ اسی طرح معاملہ کرے گی، بہت سے لوگ عبادت وریاضت کے بہت سے کام کرتے ہیں، مگر والدین کی خدمت سے گریز کرتے ہیں، انہیں ضعیفی ولاچاری میں بے سہارا چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہماری نجات کے لیے کافی ہیں، وہ سخت دھوکہ میں ہیں؛ کیوں کہ تین برائیاں ایسی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی بھی عمل قابل قبول نہ ہوگا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، (۲) والدین کی نافرمانی کرنا، (۳) میدان جہاد سے بھاگ جانا۔ ایک حدیث میں یہ بھی فرمایا گیا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی عبادت قبول نہ کرے گا، نہ فرض، نہ ہی نفل: ایک والدین کا نافرمان، دوسرا احسان جتانے والا اور تیسرا تقدیر کا انکار کرنے والا۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی رضا وخوشنودی کا طلب گار ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور اپنے ماں باپ کی خیر خواہی ودلجوئی کرتا رہے اور ان سے اپنے لیے دعا کراتا رہے کہ والدین کی دعا اولاد کے حق میں جلد اثر کرتی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین

ہر دلعزیز بنئے:

{حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ کون شخص ہے، جو آگ پر حرام ہے اور آگ اس پر حرام ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں، اللہ کے رسول! ضرور بتائیے؟ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر اس شخص پر آگ حرام ہے جو نرم مزاج، ہر دلعزیز اور بااخلاق ہو۔} (سنن ترمذی)

وضاحت: اسلام دین فطرت ہے، اس کے مزاج میں نرم روی ہے اور یہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے، جو نرم خو ہوتا ہے، اس لیے نرم مزاجی اور نرم خوئی حق تعالیٰ سبحانہ کا بہت بڑا عطیہ ہے، جو لوگ خوش مزاج اور خوش اطوار ہوتے ہیں، ان سے لوگ محبت والفت سے پیش آتے ہیں، ہر شخص اس کو قدر واحترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، ایسا شخص اللہ کی خصوصی عنایتوں اور رحمتوں کا مستحق ہوتا ہے اور وہ اپنی عبادت وریاضت اور توجہ الی اللہ کی وجہ سے مرنے کے بعد جنت کے باغات میں سرسبز وشاداب ہوں گے، اس کے برعکس جو لوگ تند مزاج۔ ترش رو اور سخت مزاج ہوتے ہیں، ہمیشہ دوسروں سے سخت گیری کا معاملہ کرتے ہیں، وہ عام لوگوں کی نظروں سے گرجاتے ہیں اور لوگ نہ صرف ان سے دور رہنا چاہتے ہیں؛ بلکہ وہ بد اعمالیوں کی وجہ سے اللہ کے عتاب کے شکار بھی ہوتے ہیں، معلوم ہوا کہ ہر مومن بندہ کو نرم مزاج اور خوش اخلاق ہونا چاہئے، ہاں اگر کہیں حدود اللہ کی پامالی وبے حرمتی ہو رہی ہو تو وہاں ان کی غیرت ایمانی کو بیدار ہونا چاہیے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ایماندار آدمی وہ ہے جو مجسم پیکر محبت ہو، جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے، اس میں کوئی بھلائی کی بو نہیں۔ (بیہقی) یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ گناہ گاروں کے ساتھ بھی حسن ظن رکھتے، جب بھی کوئی آدمی نافرمانی کا ارتکاب کرتا تو آپ اس کے جرم سے پہلے اس کے ایمان واعمال صالحہ کی طرف نظر فرماتے، کسی سے بدگمانی نہ فرماتے، غصہ سے گریز کرتے اور سب کے ساتھ اچھا سلوک ورویہ اختیار کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کے دلوں کو قبول حق پر مجبور کیا، اس لیے قرآن مجید نے آپ کے حسن اخلاق کی تعریف وتحسین فرمائی؛ اس لیے آپ بھی اسوہ رسول کو نمونہ بنا کر مثالی زندگی گذاریں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قریب الموت شخص کو کس رخ پر لٹایا جائے:

ایک شخص جو بستر مرگ پر ہے، اس کو کس رخ پر لٹایا جائے، پورب پچھم، یا اتر دکھن؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

موت کے وقت انسان کا رخ قبلہ کی جانب ہونا مسنون ہے، جیسا کہ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے قبل یہ وصیت کی کہ میری موت کے وقت مجھ کو قبلہ رخ کر دینا، آپ صلی اللہ علیہ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے ان کی تحسین کی اور فرمایا اصاب الفطرۃ، ان سے فطرت سلیمہ کو پایا۔

”عن ابی قتادة عن ابيه ان النبی صلی الله عليه وسلم حين قدم المدينة سأل عن البراء بن معرور فقالو توفی و أوصىٰ أن يوجه الى القبلة فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اصاب الفطرة ثم ذهب فصلی عليه وقال حديث صحيح“ (نصب الراية، المستدرک علی الصحيحين للحاكم، كتاب الجنائز)

اب قبلہ رو ہونے کی دو صورتیں ہیں، یا تو سر اتر کی جانب اور پیر دکھن کی جانب کر کے دائیں کروٹ پر لٹایا جائے، یا سر پورب اور پیر پچھّم کی طرف کر کے سیدھا لٹایا جائے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر قدرے اونچا کر دیا جائے، تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو، دونوں صورتیں صحیح ہیں اور موقع محل کے اعتبار سے جو صورت آسان ہو، قابل عمل ہے۔ والأصح أنه يوضع كما تيسر لاختلاف المواضع و الأماكن۔ (البحر الرائق ۲/۱۸۴)

لیکن دوسری صورت (سر پورب اور پیر پچھّم کی جانب کر کے سیدھا لٹانا) زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ یہ صورت میت کی روح نکلنے میں آسانی کا باعث ہے اور یہی اسلاف کا طریقہ بھی رہا ہے۔ (قوله وجاز الاستلقاء) اختاره مشائخنا بما وراء النهر لأنه أيسر لخروج الروح (رد المحتار ۳/۷۸)

البتہ روح نکل جانے کے بعد رخ بدل دیا جائے اور پیر پچھّم کی جانب کرنے کے بجائے دکھن کی جانب اور سر اتر کی جانب کر دیا جائے (فتاویٰ محمودیہ ۸/۴۸۲) فقــــط واللہ تعالیٰ اعلم

شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کی وفات کے بعد ایک دوسرے کو دیکھنا:

بیوی اپنے مرحوم شوہر کے چہرہ کو اور اسی طرح شوہر اپنی مرحومہ بیوی کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے، یا نہیں، دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

بیوی کے انتقال کے بعد رشتۂ نکاح چونکہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جاتے ہیں، اس لیے شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا ہے، اس کی لاش کو ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے، البتہ چہرہ دیکھ سکتا ہے اور جنازہ کے تابوت کو کندھا دے سکتا ہے۔ لیکن شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کا رشتۂ نکاح عدت تک مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا، من وجہٍ وہ اس کی بیوی ہوتی ہے، اس لیے وہ اپنے مرحوم شوہر کے چہرہ کو دیکھ سکتی ہے، اور غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو غسل بھی دے سکتی ہے۔ ويمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر اليها علی الاصح...... وهی لاتمنع من ذالک (الدر المختار علی صدر رد المحتار ۳/۹۰ باب صلوٰة الجنازة)

بغیر غسل کے نماز جنازہ کا حکم:

اگر کسی میت کو غسل دیے بغیر اس کی نماز جنازہ پڑھ لی گئی اور نماز جنازہ کے بعد یا دفن کے بعد معلوم ہوا کہ اس کو غسل نہیں دیا گیا تھا، تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

شہید کے علاوہ دیگر جنازہ پر نماز جنازہ کی صحت کے لیے امکان کی حد تک غسل دیا جانا شرط ہے، یعنی جب تک غسل دیا جانا ممکن ہو اس وقت تک غسل دیے بغیر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر نماز جنازہ کے بعد یا قبر میں ڈالنے کے بعد مٹی ڈالنے سے پہلے معلوم ہو گیا کہ میت کو غسل نہیں دیا گیا ہے تو ایسی صورت میں قبر سے نکال کر پہلے غسل دیا جائے گا، پھر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر مٹی ڈالنے کے بعد معلوم ہوا تو اب چونکہ قبر کھود کر میت کو نکالا نہیں جا سکتا ہے، اس لیے ایسی صورت میں غسل ساقط ہو جائے گا، البتہ اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی، کیوں کہ پہلی پڑھی گئی نماز فاسد قرار پائے گی۔

و الثانی طهاره عن نجاسة حكمية و حقيقة فی البدن فلا تصح علی من لم يغسل ولا علی من عليه نجاسة و هٰذا الشرط عند الامكان، فلو دفن بلا غسل و لم يمكن اخراجه الا بالنبش سقط الغسل و صلی علی قبره بلا غسل للضرورة، بخلاف ما اذا لم يهل عليه التراب بعد فانه يخرج و يغسل و لو صلی عليه بلا غسل جهلا او نسيانا ثم دفن و لا يخرج الا بالنبش اعيدت علی قبره استحسانا لفساد الاولیٰ (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح /۳۱۸) فقــــط والله تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 13 مورخہ ۷/رجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶/مارچ ۲۰۱۸ء روز سوموار

حلقہ وار اجتماع

۱۵/اپریل ۲۰۱۸ء کو منعقد ہونے والے ''دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس'' کی زور شور سے جاری تیاریوں اور کارکنان وذمہ داران کے مسلسل دوروں کے باوجود امارت شرعیہ کے معمول کے کام حسب سابق جاری ہیں، اور شعبہ جات مسلسل کام کر رہے ہیں، مجلس شوریٰ کی تجویز کے مطابق چار زون میں مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کا پانچ اجتماع منعقد ہو چکا ہے، معلمین مکاتب کے دو تربیتی کیمپ بھی ماہ مارچ میں اسی درمیان لگائے گیے اور بڑی تعداد میں معلمین نے اس میں شرکت کی، مدرسہ اسلامیہ بتیا مغربی چمپارن اور مدرسہ معین الغرباء ناصری گنج رہتاس میں منعقد ہونے والے یہ کیمپ ہر اعتبار سے کامیاب رہے، مدرسہ اسلامیہ بتیا کے اختتامی اجلاس میں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی کے خطاب سے لوگوں کو استفادہ کا موقع ملا، جب کہ مدرسہ معین الغربا ناصری گنج رہتاس کے اختتامی اجلاس سے خطاب کی سعادت احقر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) کو ملی۔

حلقہ وار اجتماعات مدرسہ سراج العلوم سیوان، معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی ویشالی، مدرسہ اسلامیہ بتیا مغربی چمپارن، مدرسہ اصلاح المسلمین بستوارہ دربھنگہ اور جامعہ فلاح الدارین ڈہری اون سون رہتاس میں منعقد کیے گیے، جس میں کئی کئی اضلاع کے علماء اور ذمہ داران مدارس نے شرکت کی اور بڑے مفید مشورے دیے۔ ان اجتماعات کے ایجنڈے بھی بڑے اہم تھے، مدارس میں تعلیمی معیار کو پروان چڑھانے، نصاب تعلیم میں یکسانیت اور ہم آہنگی، خود کفیل مکاتب کے نظام کی ترویج واشاعت، فتنۂ شکیلیت کا سد باب اور ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لیے چارہ کار جیسے عنوانات پر شرکاء کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی اور جو مشورے کی روشنی میں مضبوط منصوبہ بندی کر کے کام کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان اجتماعات میں بھی پروگرام کے کنویز کی حیثیت سے احقر کی شرکت ہوئی۔

تعلیمی معیار کو چست درست رکھنے اور تربیت کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی کہ استاذ بچوں اور طلبہ کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، اس لیے اساتذہ جس قدر صالحیت اور صلاحیت کے حامل ہوں گے، طلبہ کے لئے ان سے سیکھنا اور ان کی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنے کو ویسا بنانے کی کوشش کرنا ممکن ہو سکے گا، شرکاء کا احساس تھا کہ مدارس میں درجات کے اضافہ کے بجائے معیاری تعلیم پر توجہ دینا چاہئے، معیاری تعلیم کا مطلب درجہ کے اضافہ سے معیار کو بڑھانا نہیں، بلکہ طلبہ وطالبات کو کام کا بنانا ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے دورے تک کا مدرسہ کیوں نہیں کھولا، یہ بھی نہیں پوچھے گا کہ مطبخ میں پانچ سو طلبہ کیوں نہیں رکھے؟ اللہ صرف یہ پوچھے گا کہ دو ہی کو رکھا تھا تو اسے کام کا کیوں نہیں بنایا، تعلیم کو معیاری بنانے کے لئے عملی تعلیم کی ضرورت بھی بتائی گئی اور یہ بات سامنے آئی کہ مدارس والے جس طرح وضو اور نماز کی مشق کراتے ہیں، ویسے ہی اوقات صلوٰۃ کی معرفت کے لیے طلبہ کو صبح صادق، صبح کاذب، سایۂ اصلی، مثل اول، مثلین، شفق ابیض اور شفق احمر وغیرہ کا مشاہدہ کرانا چاہیے اس سے ان کے اندر شوق بھی پیدا ہوگا اور مشاہدہ کی وجہ سے علم یقینی حاصل ہوگا، کیوں کہ مثل مشہور ہے ''شنیدہ کے بود مانند دیدہ''

نصاب تعلیم پر جو باتیں آئیں اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمیں کتاب سے زیادہ فن پر توجہ دینی چاہیے، فن کی جانکاری کسی بھی کتاب سے استاذ دے سکتا ہے فن کے عملی مشق کے طور پر کتابوں کا انتخاب محض ایک ذریعہ ہے، مسائل کی تفہیم فنی نقطۂ نظر سے ہو جائے تو عبارتوں سے اس کا سمجھ لینا آسان ہو جاتا ہے، ہمارے یہاں فن کے بجائے کتاب پڑھانے کا مزاج ہے، اس کی وجہ سے طلبہ کا مبلغ علم درسی کتابوں سے آگے نہیں بڑھتا، حضرت مولانا علی میاںؒ فرماتے تھے کہ ہم طلبہ کو علوم نہیں، مفتاح العلوم پڑھاتے ہیں، جس سے علوم کے دروازے اس پر کھلتے ہیں، کتاب کو اگر فنی اعتبار سے نہ پڑھایا جائے تو مفتاح العلوم کی حد تک بات نہیں پہونچ سکتی، شرکاء کا یہ بھی احساس تھا کہ امارت شرعیہ کو دار العلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، دار العلوم الاسلامیہ اور وفاق المدارس الاسلامیہ کے نصاب کو سامنے رکھ کر ایک ایسا متوازن نصاب بنانا چاہیے جو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، اور اس کو پڑھنے کے بعد طلبہ کا داخلہ معیاری مدارس میں ہو سکے، شرکاء کو بتایا گیا کہ انشاء اللہ اس سلسلے کی ایک میٹنگ شوال میں بلائی جائے گی اور علوم دینیہ کے ماہرین کی رائے لے کر اس قسم کا ایک نصاب تیار کرایا جائے گا۔

مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں نے اس بات سے بھی اتفاق کیا کہ قرب وجوار کے ایسے گاؤں کو گود لینا چاہیے، جہاں مکاتب کا نظام قائم نہیں ہے اور جہاں کے لوگوں کو دین سے قریب کرنے کی سخت ضرورت ہے، اس سلسلہ میں امارت شرعیہ کے خود کفیل نظام مکاتب کے خاکہ کو سامنے رکھ کر کام آگے بڑھانے کی تجویز سے شرکاء نے اتفاق کیا، طے پایا کہ جب تک گاؤں والے اس کام سے مانوس نہیں ہوتے، مدارس والے جزوی وظیفہ دے کر مکاتب قائم کرائیں گے اور جب اس کام کی اہمیت گاؤں والے سمجھ جائیں گے تو خود کفیل بنانے کی کوشش کی جائے گی، فتنۂ شکیلیت کے تدارک کے لیے مدارس کے علماء کی ہر حلقہ میں ایک کمیٹی ہوگی، جو خود بھی سماج پر نگاہ رکھے گی اور ان کے باطل عقائد کو واشگاف کرنے کے لیے علماء کی ایک ٹیم اس کے افکار ونظریات کا گہرا مطالعہ کر کے اس کے جوابات تیار کرے گی، اور اگر کوئی واقعہ سامنے آیا تو مرتد کو اسلام میں لانے کے لیے ہر سطح پر جدوجہد کی جائے گی، حلقہ وار اجتماع کے اس ایجنڈے پر کہ ملک کے موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، سب اس بات پر متفق تھے کہ جن اضلاع میں خواتین کی خاموش ریلی نہیں نکالی گئی ہے، ان اضلاع میں خواتین کی ریلی نکلنی چاہیے اور ۱۵/اپریل کے دین بچاؤ، دیش بچاؤ کانفرنس کے لئے گاندھی میدان پٹنہ چلنا چاہیے، اس ایجنڈے پر خاص طور سے ہر جگہ بڑا جوش وخروش دیکھا گیا، بڑی تعداد میں لوگوں نے گاڑیاں ریزرو کروالی ہیں، اور ٹرینوں سے سفر کی ترتیب بھی لوگوں نے بنائی ہے، امید ہے کہ حلقہ وار اجتماعات کے بڑے مفید اور دور رس اثرات سامنے آئیں گے۔

عدم اعتماد

پارلیامنٹ میں تیلگو دیشم کے ان ڈی اے سے الگ ہونے کے باوجود، بی جے پی کے پاس پارلیامنٹ کی پانچ سو چونتیس نشستوں میں تین سو پندرہ ارکان ہیں، ایسے میں پارلیامنٹ میں تیلگو دیشم اور اس کے ہم نواؤں کے لیے عدم اعتماد کی تھریک پر زور دینا بس علامتی ہی کہا جا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ حکومت کے کام کرنے کے طریقے اور سب کا ساتھ سب کا وکاس کے کھوکھلے نعروں پر سیاسی اور جذباتی بحث کر کے پارلیامنٹ کے رجسٹر میں مخالفت درج کرا دی جائے، اس کے لیے بھی تیلگو دیشم کو پچاس ارکان کی حمایت جٹانا لازم ہوگا، کیوں کہ ضابطہ کے مطابق عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنے کے لیے پچاس ارکان کا ہم آواز ہونا ضروری ہے، تیلگو دیشم کے اپنے سولہ اور وائی اس آر کانگریس کے نو ممبر ہیں، اس طرح تعداد پچیس پر آ کر رک جاتی ہے، بی جے پی کی اتحادی شیوسینا، تامل ناڈو کی اے آئی اے ڈی ام کے، تلنگانہ کی ٹی آر ایس اور اڈیشہ کی بیجو جنتا دل کی جانب سے جو عندیہ سامنے آ رہا ہے، اس کے مطابق یہ پارٹیاں عدم اعتماد کی تحریک سے اپنے کو دور رکھیں گی، صورت حال یہ ہے کہ پارلیامنٹ میں کوئی کام کاج نہیں ہو رہا ہے، اور ملک کی عوام کا لاکھوں روپیہ ہر روز برباد ہو رہا ہے، پارلیامنٹ میں جو شور شرابہ چل رہا ہے اس کے مقابل مچھلی ہٹہ بھی فیل ہو گیا ہے، لوک سبھا اسپیکر سمترا مہاجن نے تنگ آ کر عدم اعتماد کی تحریک پر بحث کا آغاز کرنے کا عندیہ دیا ہے، لیکن بی جے پی حزب مخالف میں رہنے کے زمانہ میں جس طرح پارلیامنٹ کی کاروائی ٹھپ کرتی رہی ہے، اسی طرز کو اپنا کر حزب اختلاف نے ان دنوں حکومت کی ناک میں دم کر رکھا ہے، اس تعطل سے نقصان نہ حکمراں جماعت کا ہے اور نہ حزب اختلاف کا، یہ نقصان ملک کا ہے، کاش ہمارے سیاسی لیڈران اس حقیقت کو سمجھ پاتے۔

یہ معاملہ آندھرا پردیش کو خصوصی ریاست کا درجہ نہ دینے کی وجہ سے گرمایا ہے، تیلگو دیشم نے ان ڈی اے سے علاحدگی اختیار کر کے اس معاملہ پر بی جے پی کو بڑا جھٹکا دیا ہے، جھٹکا اس عنوان پر جد یو بھی دے سکتی تھی، لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ بی جے پی کی گود میں بیٹھ گیے ہیں، اس لیے ریاست کو خصوصی درجہ نہ ملنے کی پاداش میں اس حد تک جا کر اپنی کرسی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے، اس لیے انہوں نے صرف یہ کہہ کر کام چلا لیا ہے کہ خصوصی ریاست کا مطالبہ باقی ہے اور ہم اس سے دستبردار نہیں ہوئے ہیں، ان جملوں کا اثر بہری سرکار پر تو ہونے سے رہا، ماضی میں نتیش جینے اس مسئلہ پر نے تگ ودو کی تھی وہ مثالی تھی، تاریخی تھی، لیکن اب صرف اس کی یاد ہی رہ جائے گی اور یادیں کبھی کبھی سوہان روح ہو جاتی ہیں، تب آدمی خدا سے یاد ماضی کو عذاب مان کر حافظہ چھین لینے کی دعا بھی کرتا ہے۔ اللہ کرے ایسی نوبت نہ آئے۔

ضمنی انتخاب

حالیہ ضمنی انتخابات کے جو نتائج سامنے آئے ہیں، اس میں سب سے چونکا دینے والا نتیجہ پھولپور اور گورکھپور کی سیٹوں پر بی جے پی کی شرمناک شکست ہے، کیوں کہ یہ دونوں سیٹیں وزیر اعلیٰ اور نائب وزیر اعلیٰ کے حلقہ کی تھیں، گورکھپور کی سیٹ ۱۹۸۹ء سے ہی بی جے پی کے قبضے میں تھی، پھولپور کی سٹ موجودہ حکومت کے نائب وزیر اعلیٰ کیشو پرساد موریہ کی تھی، سیاسی پنڈتوں کا کہنا ہے کہ یہ دونوں نتائج خاص طور سے بی جے پی کی مقبولیت کے گرتے گراف کو بتاتے ہیں۔

جہاں تک بہار کا معاملہ ہے، یہاں سب کچھ پہلے جیسا رہا ہے، اررریہ اور جہان آباد سے آر جے ڈی امیدواروں کی کامیابی سیٹ بچانے جیسا ہے، بھبھوا بی جے پی کے قبضے میں گیا، وہ بھی حسب سابق ہی ہے، اس لیے یہاں کے نتائج سے بی جے پی کے گراف کا اندازہ لگانا مشکل ہے، ہمدردی کے ووٹ نے بھی نتائج کے حصول میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تسلیم الدین مرحوم کے انتقال کا جو صدمہ سیمانچل کے لوگوں کو تھا وہ ووٹ بدل گیا اور یہ سیٹ آسانی سے باقی رہ گئی۔

یوپی کے نتائج میں دو سابق حریف اس پی، بی اس پی اتحاد بھی ایک بڑا سبب بی جے پی کی ہار کا ہے، یہ اتحاد اگر باقی رہا اور یو پی اے کی چیرپرسن سونیا گاندھی نے مختلف چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کو متحد کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو بی جے پی کے مشن ۱۹ کو ناکامی تک پہونچنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

بی جے پی ایسے موقعوں سے فرقہ پرستی کا کارڈ کھیلتی ہے، رام مندر کی تعمیر کے نام پر رتھ گھوم رہا ہے، ہر شہروں میں یگیہ کرا کر اور رام نومی کے موقع سے زیادہ جوش وخروش دکھا کر ہندوتوا ذہن کو منظم کرنے اور نئے رنگروٹوں کو اپنے ساتھ ملانے کی جدوجہد تیز ہو گئی ہے، بھاگلپور میں فرقہ وارانہ فساد بھی اسی سوچی سمجھی اسکیم کا حصہ ہے، دلت اور دوسری اقلیتیں شروع میں ہندو مخالف رہتی ہیں، تحریکیں چلاتی ہیں اور ووٹ دیتے وقت ان کے ذہن میں صرف ہندوتوا کی بنیاد باقی رہتی ہے، اور ووٹ اسی بنیاد پر دیا جاتا ہے اور اس طرح بی جے پی کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے اور اس وقت الکفر ملة واحدة کی ساری تشریح سمجھ میں آجاتی ہے۔

یادوں کے چراغ

مولانا قاری ابوظفر رحمانی قاسمی

: ایڈیٹر کے قلم سے

بزرگ عالم دین مولانا ابوظفر رحمانی قاسمی ساکن ناصر گنج نستہ ضلع دربھنگہ کا ۸۷ سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۵/مارچ ۲۰۱۸ء روز جمعرات سوا سات بجے صبح انتقال ہوگیا، وہ گذشتہ چند سالوں سے صاحب فراش تھے، آخر کے چند دنوں میں کوما میں چلے گیے تھے، جنازہ کی نماز اسی دن بعد نماز عصر ادا کی گئی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، راقم الحروف ثناء الہدیٰ قاسمی کو بھی جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، اس طرح علم وادب صلاحیت وصالحیت کا پیکر خاکی طلوع آفتاب کے بعد غروب ہوگیا، اور جب سورج غروب ہورہا تھا تو ان کا جسد خاکی تہہ خاک جنت ارضی سے لطف اندوز ہونے کے لیے چلا گیا، قبر کا گڈھا اہل ایمان کے لیے جنت کی کیاری ہی تو ہے، متقین کا معاملہ تو ایسا ہی ہے، رہ گیے فاسق وفاجر تو ان کے لیے یہ قبر آگ کا گڈھا بھی ہوا کرتی ہے۔

مولانا ابوظفر رحمانی قاسمی بن مولانا قاری محمد احسن بن مولانا شیخ عبدالغنی بن شیخ مولانا یادعلی بن شیخ مولانا وارث علی کی ولادت ان کے آبائی گاؤں ناصر گنج نستہ میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی، آپ قاری محمد احسن صاحب کے پانچویں صاحب زادہ تھے، سلسلہ نسب مشہور بزرگ اور طبقۂ صوفیا کے سرخیل مولانا شیخ محمد ناصر الدین سے تیرہویں پشت میں ملتا ہے، ان کا آبائی گاؤں ناصر گنج انہیں بزرگ کی طرف منسوب ہے، اس خاندان کے بیشتر لوگ اپنے نام کے ساتھ ناصری لگاتے ہیں، ابتدائی تعلیم کا حصول اور حفظ قرآن کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کرنے کے بعد بافیض اور مردم ساز ادارہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر تشریف لے گیے، متوسطات تک کی تعلیم یہیں پائی اور امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ سے خصوصی کسب فیض کیا، وہاں سے دارالعلوم دیو بند تشریف لے گیے اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی درس بخاری کے آخری سال انہوں نے دورہ کی کتابیں پڑھیں اور ۱۹۶۵ء میں سند فراغ حاصل کیا۔

ایک مدت تک جامعہ رحمانی مونگیر میں رہے، بعض اوقات میں کچھ کتابیں بھی ان سے متعلق رہیں، لیکن یہاں قیام کے زمانہ میں حضرت امیر شریعت رابعؒ کے ساتھ رفیق سفر اور خادم کی حیثیت سے مختلف علاقوں کا سفر کیا، کبھی کبھی حضرت امیر شریعتؒ تنہا بھی کوئی ذمہ داری دے کر بھیج دیا کرتے تھے، بعد میں بعض بزرگوں کے مشورہ سے وہ پھلکا کٹیہار کے مدرسہ عثمانیہ سے منسلک ہوگیے، بہت سارے لوگ ان کی طویل خدمات اور مدرسہ کی ترقی میں ان کی جدوجہد کو سامنے رکھ کر انہیں ہی اس کا بانی قرار دیتے ہیں، اور اس علاقہ میں ان کی شاگردوں کی بڑی تعداد موجود ہے اور ان کے محبین، مخلصین اور معتقدین کا بڑا حلقہ ہے، جنازہ میں بھی اس علاقہ سے کئی گاڑی لوگ آئے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ طویل زمانہ گزرنے کے بعد بھی لوگ مولانا کی خدمت کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا مرحوم نے طویل عمر پائی، اعذار وامراض کا مسکن ہونے کی وجہ سے آخر عمر میں ان کا ہلنا بلکہ بولنا تک دشوار ہوگیا تھا، لیکن حافظہ پر ارذل عمر کا اثر نہیں پڑا تھا، زبان بند، جسم ساکت، لیکن جب کسی شناشا سے ملتے تو آنکھوں کی رمق اور چہرے کی تازگی بتاتی کہ انہیں سب کچھ یاد ہے، وہ انتہائی متواضع اور خلیق تھے، ان کے آباؤ واجداد کی دینی وملی خدمات کی طویل تاریخ ہے، لیکن انہوں نے اپنے قد وقامت کو "پدرم سلطان بود" کی بنیاد پر نہیں اٹھایا، بلکہ پوری زندگی صبر وشکر، انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ کو اپنا شعار بنا کر رکھا، خانقاہ رحمانی اور وہاں کے اکابر سے بے پناہ تعلق تھا، انہوں نے حضرت امیر شریعت رابعؒ پر مختصر مگر جامع رسالہ مرتب کیا تھا، جو اس دور میں حضرت پر لکھی گئی پہلی کتاب تھی، مولانا وقار الدین لطیفی نے اپنے پی اچ ڈی کے مقالہ میں اس سے استفادہ کیا ہے، اور اسے مفید پایا۔

مولانا کو کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی، اہلیہ ایک سال قبل ہی دنیا سے چلی گئیں، تین بچیاں پس ماندگان میں ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، سیات سے درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اب ہماری طرف سے یہی ان کے لیے توشہ اور بہترین خراج عقیدت ہے۔

(بقیہ بارک لنا فی......) جس نے سو سال کے روزے رکھے اور سو سال قیام اللیل کیا، یہ رجب کی ستائیس تاریخ ہے، یہ روایت اس کے راوی بیاض اور اس کے بیٹا خالد کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اس سلسلے کی تفصیلات تہذیب الکمال (۳۴۷/۷) تاریخ کبیر (۱۳۳/۸) الجرح والتعدیل (۱۳۸/۹) میزان الاعتدال (۲۴۰/۳) لسان المیزان (۲۴۲/۹) اور تقریب التہذیب (۳۳۱/۲) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

(بقیہ انسانوں کی تقسیم) دراصل یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے کہ شریعت نے کفو میں رشتہ ضروری قرار دیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کفائت اور برابری دین میں ہو یہ شرعی مطالبہ ہے؛ اسی لیے دین میں اختلاف ہونے کی صورت میں رشتہ ہو ہی نہیں سکتا، بقیہ اور چیزیں جو اس نام پر رائج ہیں، وہ وقتی مصلحت کی بنیاد پر اپنے اپنے طور پر لوگوں نے رائج کرلیا ہے۔ اصل کفو کا ترجمہ Maiching ہے، دین میں Maiching قرآن کریم کا مطالبہ ہے، بقیہ لڑکی کو حق ہے کہ وہ اپنی زندگی گذارنے کے لیے جن چیزوں میں برابری ضروری سمجھتی ہے، اسے دیکھ لے، کیا آپ کو یہ غیر فطری لگتا ہے کہ جب عورتیں ساڑی کے ساتھ بلاؤز، چوڑی چپل بلکہ چھوٹے بچوں کے کپڑوں میں بھی Maiching دیکھتی ہیں، تو جس کے ساتھ پوری زندگی گذارنی ہے اور خوش گوار زندگی کا مدار جس پر ہے اس کا حق اس سے چھین لیا جائے، دراصل یہ کفائت رشتے کو مستحکم اور پائیدار بنانے کے لئے ہے، ایسا ہوسکتا ہے کہ ذات برادری، معیار زندگی، خاندانی وقار دونوں خاندان کا برابر ہو، لیکن لڑکا کچے چمڑے کا کام کرتا ہو اور لڑکی عطر والے کی بیٹی ہو تو سب کچھ برابر ہونے کے باوجود ایک دوسرے کا کفو نہیں نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ چمڑے کی بو کے ساتھ عطر کی خوشبو کا جوڑ نہیں۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ھیں

یادوں کے جھروکوں سے

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

یادوں کے جھروکوں سے مولانا عبدالعلی فاروقی لکھنوی کی زندگی کے واقعات وحادثات اور تجربات پر مبنی تلخ وشیریں یادوں اور کم وبیش پچاس برسوں پر مشتمل ان کہی اور ان سنی داستانوں پر ایک مشتمل پر لطف کتاب ہے، ان یادوں اور داستانوں میں سامان عبرت بھی ہے اور سامان فرحت بھی، مولانا عبدالعلی فاروقی کو اللہ رب العزت نے تقریر وتحریر دونوں میں زبان وبیان پر بے پناہ قدرت بخشی ہے، وہ تقریر کرتے ہیں تو موتیاں رولتے ہیں اور لکھتے ہیں تو قاری پر ایسا سحر طاری کرتے ہیں کہ وہ ان کا گرویدہ ہوکر جاتا ہے، انہوں نے مدرسہ اور یونیورسٹی دونوں سے کسب فیض کیا ہے، فاضل دیوبند بھی ہیں اور ایم اے بھی، اس لیے ہر دو طرف کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، باتیں شریعت کی کہتے ہیں، حکمت کے موتی جہاں سے مل جائے چن لینے پر یقین رکھتے ہیں۔ اور زندہ حقیقتوں پر مبنی ان موتیوں کو زندہ اسلوب میں پیش کرکے قارئین تک پہونچا دیتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب میں وہ تمام خوبیاں جلوہ گر ہیں، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، کتاب کا انتساب دارالعلوم فاروقیہ کاکوری کے نام ہے جو ان کے پاس والد ماجد کی امانت ہے اور جسے جواں سالی سے آگے بڑھانے اور ترقی دینے میں اپنی توانائیاں صرف کرتے کرتے بڑھاپے کی دہلیز پر انہوں نے دستک دینا شروع کردیا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ یادوں کے اجالے ان کے ساتھ رہیں، کیوں کہ بھروسہ نہیں کہ کب اور کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے، تقریظ یا تاثر کے طور پر مشہور ناظم جلسہ ادیب وشاعر انور جلال پوری مرحوم کی سدا بہار تحریر "مولانا عبدالعلی فاروقی۔ ایک خود شناش اور زمانہ شناش شخصیت" کے عنوان سے شامل کتاب ہے، جس سے مولانا موصوف سے ان کے ذاتی روابط اور پر خلوص رشتوں کا پتہ چلتا ہے، انور جلال پوری نے ان کی تحریری خصوصیات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "حضرت مولانا عبدالعلی فاروقی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنے مشاہدات کو جب تحریر میں لاتے ہیں تو لگتا ہے کہ ان کے مشاہدات خود گفتگو کررہے ہوں، مولانا کی تحریر کو پڑھنے والا اس منظر اور اس ماحول میں کھو جاتا ہے، جس منظر کی منظر کشی حضرت مولانا کررہے ہیں، صاحب تحریر کی یہ بہت بڑی خوبی ہوتی ہے کہ قاری کو وہ وہیں پہونچا دے جہاں کا ذکر ہورہا ہے"۔

کتاب پر مقدمہ مولانا نے خود لکھا ہے "کیا ہے یہ کتاب اور اس کتاب میں" کے عنوانات کے ذیل میں کتاب کے سارے دروبست کو کھول کر رکھ دیا ہے، اور بجا لکھا ہے کہ "خود فریبی اور اس کے نتیجہ میں خود نمائی وخود سازی کے اس دور میں غالباً سب سے مشکل کام اپنے بارے میں سچ بول کر اپنی شخصیت کو بے نقاب کرنا ہی ہے" مولانا نے ادبی اجارہ داری کے رویہ پر بھی کھل کر بحث کی ہے، جس کے بین السطور میں گلہ وشکوہ بھی ہے، لکھتے ہیں:

"مصنف کو اپنی اوقات کا بھی بہت کچھ اندازہ ہے اور جس زبان کی یہ کتاب ہے اس کے قارئین کا حال بھی معلوم ہے اور پھر سب پر مستزاد وہ "ادبی مجاور" جن کی شرائط کو پورا کرکے اردو ادب میں "سند کا مقام حاصل کر لینا اور اپنی تحریروں کو لائق توجہ قرار دلوالینا کسی "مذہب سے گہری وابستگی رکھنے والے" خصوصا کسی مولوی کے لیے اتنا ہی مشکل ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکل جانا؟

واقعہ یہی ہے اور اس کا شکوہ عام ہے، لیکن مولانا موصوف کی تحریر کے قاری کا حلقہ اتنا بڑا ہے کہ ادبی مجاور کے ماننے نہ ماننے سے فرق نہیں پڑتا، ہم مولویوں کے یہاں منطقی لب ولہجہ میں یہ جملہ مشہور ہے کہ حقائق فرض فارض کے محتاج نہیں ہوتے، کسی کے ماننے نہ ماننے سے حقیقتیں بدلا نہیں کرتیں۔

پوری کتاب دو حصوں میں منقسم ہے، ایک میں شخصیات کا ذکر ہے اور دوسرے حصہ میں روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے "لائق ذکر" واقعات کو بیان کیا گیا ہے، اس بیان میں سچ بولنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور دانستہ جھوٹ بولنے سے گریز کیا گیا ہے، حالاں کہ کاکوری، ملیح آباد کے پڑوس میں ہی ہے، جہاں کے جوش ملیح آبادی کی یادوں کی برات بھی، یادوں کے جھروکوں سے ہی نکلی ہے، لیکن جھوٹ کی ایسی آمیزش اور بات کو اس قدر بڑھا چڑھا کر انہوں نے پیش کیا، منظر کشی میں ایسی عریانیت اختیار کی کہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنے ایک جملہ کے تبصرہ میں لکھا کہ "ننگی وگندی کتاب ہے" وہیں قریب بیٹھ کر مولانا نے اس کتاب میں جو سچ بیان کیا ہے اس نے وہاں کی مٹی کی تطہیر کی ہے، ادب میں، شائستگی میں، سلیقہ میں، کاکوری کیس کے شہیدوں نے جدوجہد آزادی میں اپنے خون سے اس علاقہ کو جلا بخشی تھی، مولانا موصوف نے ماہنامہ البدر اور دارالعلوم فاروقیہ کے ذریعہ اس علاقہ کو ناموری اور شہرت عطا کی ہے۔

چالیس ذیلی عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں جن نامور شخصیات پر اپنے تاثرات مولانا نے قلم بند کیے ہیں، ان میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ تو میرے اساتذہ میں رہے ہیں، ان کے علاوہ مولانا عبدالرحیم فاروقی، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ، مولانا فخر الدین احمد، مولانا عبدالسلام فاروقی، مولانا نور محمد ٹانڈوی، مولانا صدیق احمد باندوی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا اسعد مدنی وغیرہ کا ذکر مختلف جہتوں سے کتاب میں مذکور ہے، جو بہت دلچسپ ہے اور ان کی روشنی سے اپنی زندگی کے چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں، واقعات وحادثات کے ضمن میں بھی جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں نصیحتیں بھی ہیں اور سبق آموزی بھی۔

دو سو صفحات کی یہ کتاب فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی حکومت اتر پردیش کے مالی تعاون سے چھپی ہے، کمپوزنگ عبدالقدوس ندوی اور طباعت نعمانی پریس کی ہے، کتاب کی قیمت دو سو پچاس روپے ہے، جسے زیادہ نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ پچاس فیصد تو بُک سیلر ہی لے لیتا ہے، پھر مصنف کو کیا بچے گا، مکتبہ البدر لکھنؤ سے قیمتاً کتاب حاصل کی جاسکتی ہے۔ مفت میں مل جانے کے امکانات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ملک کا آئین خطرے میں ہے!!!

ڈاکٹر سید احمد قادری

جب سے مرکز میں آر ایس ایس کی سیاسی تنظیم بھارتیہ جنتا پارٹی برسرِ اقتدار آئی ہے، اسی وقت سے بہت ساری تشویشوں کے ساتھ ساتھ اس تشویش کا بھی اظہار کیا جا رہا تھا کہ یہ حکومت جس منصوبہ بند اور منظّم طور پر اقتدار پر قابض ہوئی ہے۔ یہ ضرور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے آئین میں تبدیلی لائے گی، یہ الگ بات ہے کہ پہلے لوگ دبی دبی زبان سے اس خدشے کا اظہار کیا کرتے تھے؛ لیکن آر ایس ایس نے چونکہ اپنے کارکنان کے رگ وریشے میں جس طرح آئین کے خلاف زہر بھرا ہے کہ کچھ لوگ ایسا سمجھنے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں کہ کیا واقعی اس ملک کو ہندو راشٹر بننے یا بنانے میں بابا صاحب بھیم راؤ امبیدکر کی رہنمائی میں تیار کیا جانے والا اور ملک میں نافذ کیا جانے والا آئین ہی رکاوٹ بنا ہوا ہے؛ اس لیے جتنا جلد ہو سکے، اسے تبدیل کر کے اپنے موافق بنایا جائے۔

آئین بدلنے کی بات سنگھ کے چھٹ بھئین کی زبان سے اکثر کہی جا رہی تھی؛ لیکن دل کے اندر کی بات بی جے پی کے ایک وزیرِ مملکت اننت کمار ہیگڑے، جو آئین کا حلف لے کر پارلیمنٹ میں داخل ہوئے اور وزارت کی کرسی پر براجمان ہوئے، انھوں نے کرناٹک میں ہونے والے اسمبلی انتخاب کے پیشِ نظر منافرت کا زہر گھولنے کے لئے بنگلور کے ایک عوامی جلسہ میں یہ بات کہہ ہی دی کہ!

''بی جے پی کی حکومت ملک کا آئین بدلنے کے لئے ہی اقتدار میں آئی ہے اور مستقبل قریب میں اس پر عمل کیا جائے گا''۔

جب ایک مرکزی حکومت کے ایک ذمّہ دار وزیر کی زبان سے ایسی خطرناک ملک مخالف بیان عوامی طور پر سامنے آیا تو لوگ چونک پڑے، اس بیان کی مخالفت میں خوب احتجاج اور مظاہرے ہوئے، پارلیمنٹ سے سڑکوں تک پر لوگ اتر گئے، کانگریس پارٹی کے صدر راہل گاندھی نے بھی اپنے خدشے اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بابا صاحب امبیدکر نے ملک کو جو آئین دیا تھا، اس پر آج خطرہ منڈلانے لگا ہے، وزیرِ مملکت اننت کمار ہیگڑے کے بیان پر شدید ردِعمل سامنے آنے لگا اور اس تنازعہ پر کانگریس نے بہت اچھا سوال اٹھایا کہ وزیر کو جب جس آئین کا حلف لینے کے بعد، اس پر اعتماد نہیں رہا اور وہ کھلم کھلا اسے بدلنے کی بات کر رہا ہے تو ایسے وزیر کو وزارت میں رہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا؛ اس لئے اسے فوری مستعفی ہو جانا چاہئے اور اگر یہ وزیر استعفیٰ نہیں دیتا ہے تو اسے وزارت سے فوری طور پر برخواست کیا جانا چاہیے، اپنے ان مطالبات کے ساتھ کانگریس پارٹی سمیت حزبِ مخالف پارٹیوں نے زبردست احتجاج کیا۔ کانگریس نے دونوں ایوانوں کی کاروائی ہونے نہیں دیا اور پارلیمنٹ ہاؤس کے احاطے میں بابائے قوم مہاتما گاندھی کے مجسمہ کے قریب، آئین بچاو، ملک بچاو، آئین کی توہین نہیں برداشت کرے گا ملک، وزیر کو برخواست کرو، آئین پر حملہ بند کرو، وغیرہ جیسے نعروں کی تختیاں لئے ہوئے زبردست احتجاج کیا۔

ان احتجاج اور مظاہروں کا اثر یہ دیکھنے کو ملا کہ لوک سبھا کی اسپیکر سمترا مہاجن نے اپنی پارٹی کے وزیر کے بے جا؛ لیکن بہت واضح طور پر آئین مخالف بیان پر ذو معنی انداز میں اننت کمار ہیگڑے سے لوک سبھا کے اندر معافی مانگنے کی گذارش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں زندگی میں کبھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ صحیح ہے، لیکن پھر بھی لوگوں کو اس سے ٹھیس پہنچ سکتی ہے، سمترا مہاجن کی اس معنی خیز گذارش پر اس وزیر ہیگڑے نے بظاہر سپر ڈالتے ہوئے وہی کہا، جو عام طور کہا جاتا ہے کہ میرے بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے، اس سے کسی کو تکلیف پہنچی ہے تو میں معذرت خواہ ہیں۔

مرکزی وزیرِ مملکت اننت ہیگڑے کے اس متنازعہ بیان کے بعد بظاہر آئین کی تبدیلی کے لئے دئے گئے بیانات کا معاملہ سرد پڑ گیا، ایسا نہیں ہوا؛ بلکہ اس ایجنڈے پر آر ایس ایس اور اس کی ذیلی تنظیمیں بہت ہی منظّم اور منصوبہ بند طور پر کام کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ایک ایوان لوک سبھا میں تو انھیں اکثریت حاصل ہو چکی ہے، راجیہ سبھا میں یہ اکثریت سے تھوڑی ہی دور پر ہیں، جس کی وجہ سے یقینی کامیابی میں دشواری آ سکتی ہے، جیسا کہ ابھی طلاق ثلاثہ کے بل پاس کرانے کے سلسلے میں دیکھنے کو ملا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں انھیں اکثریت ہو جائے تو یہ لوگ ملک کے 80 فی صد سے زائد سیکولر لوگوں کی مخالفت کے باوجود موجودہ آئین میں تبدیلی کا بل لائینگے اور ملک کو ہندو راشٹر بنانے کے اپنے عزم کا خواب اور ایجنڈہ کو پورا کریں گے؛ لیکن فی الحال ایسا ہوتا نہیں نظر آ رہا ہے؛ اس لیے اب ان کی پوری توجہ 2019 کے عام انتخابات پر ہے، ہر سوچ، ہر فکر، ہر بیان اور ہر قدم ان کا اسی طرف اٹھ رہا ہے۔ بات بات پر ملک کے ہندو اکثریت کو یہ احساس کرانے کی کوشش جا رہی ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ہندو مذہب خطرے میں ہے۔ اس کے لئے جگہ جگہ خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں آنے والے دنوں میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں۔ بڑے بینر، پوسٹر، ہینڈ بلز، کتابچے وغیرہ کی بہتات ہے۔

اب ان سے کوئی پوچھے کہ اس ملک میں اسّی فی صد تمہاری آبادی ہے، صدر، نائب صدر، وزیر اعظم تمہارا ہے، پارلیمنٹ میں تمہاری ہی اکثریت، کشمیر کو چھوڑ کر ملک کی تمام ریاستوں میں ہندو وزیر اعلیٰ، گورنر ہندو، سپریم کورٹ، انتخابی کمیشن، سی بی آئی اور اس طرح جتنی بھی ایجنسیاں ہیں، ہر جگہ ہندو ہی ہندو ہیں، پھر یہ مذہب خطرہ میں کیسے آ گیا، یوں بھی اس وقت جمہوریت کے جو چار اہم ستون ہیں، ان چاروں ستون پر ان کی گرفت مضبوط ہو چکی ہے، ان کی دولت کے آگے میڈیا تو اپنے فرائض بھول ہی چکا ہے کہ صحافت، تجارت نہیں ہوتی؛ بلکہ عبادت کا درجہ رکھتی ہے، عدلیہ کو جس طرح یرغمال بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، اس کے متعلق دبی دبی زبان میں لوگ اظہار کر رہے تھے؛ لیکن سپریم کورٹ کے چار معزز جج عوام کے سامنے آ کر جس طرح کی باتیں بہت ہی دکھ کے ساتھ رکھیں، ان باتوں نے تو ایک طوفان ہی لا دیا ہے؛ یعنی اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے عزم، ارادے، ایجنڈہ اور خواب کو پورا کرنے کے لئے سنگھ کے لوگ کسی حد تک جا سکتے ہیں، اس سلسلے میں ملک کے اندر جو کچھ بھی ہو رہا ہے، وہ بہر حال ملک کی سالمیت کے لئے کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں ہے، جس طرح معصوم لوگوں کے ذہن کو پراگندہ کیا جا رہا ہے، وہ ملک کے مستقبل کے لئے کانٹے بو رہے ہیں۔

اب دیکھئے کہ اکھل بھارتیہ ہندو پرچار سنگھ کی جانب سے ایک بہت ہی 'گوپنئے' (رازدار) وارانسی کی جانب سے شائع ایک کتابچہ اتفاق سے کسی طرح سامنے آیا ہے۔

اس کتابچہ میں اس قدر زہر بھرا ہوا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد ایک عام انسان جوش وجنوں سے بھر جائے گا۔

ایسی بہت ساری باتوں کے ساتھ اس کتابچہ کے صفحہ 14 پر موجود شمار نمبر 23 پر کی ایک مختصر تحریر ملاحظہ کریں، اور دیکھیں کہ منافرت کی کیسی فضا تیار کی جا رہی ہے۔ اس صفحہ پر لکھا ہے کہ!

''ہم نے مسلمانوں کو کھدیڑنے کے لئے جس پرکار سے بابری مسجد گرائی، سکھوں کو نینترت کرنے کے لئے آتنک وادی گھوشت کر کے ہم نے گھر گھر میں قتل عام کروایا، انوسوچت جاتی/ جن جاتیوں، انئے پچھڑے ورگ، او بی سی کے آرکچھن کو سپریم کورٹ کے ججوں کی مدد سے آرکچھن کو سماپت کروایا، اب ہمارا ایک ہی اودیشئے ہے کی امبیدکر کے سنویدھان کو پورنتہ نشٹ کر کے دیش میں لوک تنتر کے استھان پر رام راجیہ کی استھاپنا، بھارت کو ہندو راشٹر گھوشِت کرنے، سنسکرت کو راشٹر بھاشا بنانے، تتھا منو اسمرتی کے آدھار پر سنویدھان کی نئی رچنا کرنے، سنسند میں امبیدکر کی مورتی کو نشٹ کر کے اس کے استھان پر منو کی وشال پرتیما استھاپِت کرنا.....''۔

اسی کتابچہ کے صفحہ نمبر 2 پر'' ہندو دھرم سنسند دوارا انومودِت، گوپنئے دستاویز'' کے بعد لکھا گیا ہے کہ!

''جئے شری رام، ہندوتو کی پوتر نگری پریاگ میں ہم راشٹریہ سویم سنگھ، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، ایوم اکھل بھارتیہ برھمن مہاسبھا، ایک ساموھک ہندو دھرم سنسد کے روپ میں ایک جُٹ ہو کر یہ سنکلپ کرتے ہیں کہ بھویشیہ میں ہمارا ایک مت سنگٹھت پریاس ایوم لکچھ آرکچھن کی سماپتی، بھارتیہ سنویدھان کو نشٹ کرنے، بودھ دھرم، عیسائی دھرم، ایوم مسلم دھرم کے بڑھتے پربھاؤ کو سماپت کرنے اور دلت آندولن میں پھوٹ ڈالنے اور انھیں وبھاجِت رکھنے کا ہوگا، اس لکچھ کی پراپتی کے لئے نمن لِکھت استر۔ ششستر، دھرم۔ کرم، ادھرم، تتھا کوٹ نیتی اپنائی جائے، اس میں ہی اپنی بھکتی، نستھا، ایوم کرتبئے ہی ہمارا دھئے ہوگا۔''

اس تحریر کے بعد نمبر ایک سے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے سلسلہ نمبر 23 کا ایک اقتباس درج بالا سطور میں پیش کیا گیا ہے، اس کتابچہ کے آخر میں ایک نوٹ دیا گیا ہے، جس میں لکھا گیا ہے کہ!

'' یہ پورنتہ گوپنئے دستاویز ہے۔ کسی بھی حالت میں انوسوچِت جاتی/ جن جاتی/ انئے پچھڑا ورگ اوبی سی یا ہندو دھرم کے ورودھ کام کرنے والے ویکتی کے ہاتھوں میں نہیں لگنا چاہئے۔

اب اپنے ناپاک اور ملک مخالف ایجنڈے کو نافذ کرنے کے لئے اور ہندو مذہب کو بدنام کرنے کے لئے کیسے کیسے ہتھکنڈے اپنا رہے ہیں، ایسے حالات پیدا کرنے والوں میں ایک زمانے میں ہمارے توگڑیا جی بھی تھے، لیکن آج وہ روتے پھر رہے ہیں، دراصل ایسی ذہنیت کے لوگوں کو اپنے ملک سے محبت ہے اور نہ ہی برسہا برس سے چلی آ رہی یہاں کی گنگا جمنی تہذیب وتمدن سے، جو ملک کی شان اور پہچان ہے۔ ملک کے حالات کو بگاڑنے والوں کے سامنے جو ایجنڈہ، ہندوتو کا ہے، جس کے لئے وہ ملک کے آئین کی تبدیلی کے خواہاں ہیں، وہ دراصل بہت شدید طور پر اس حقیقت سے بھرے احساس میں مبتلا ہیں کہ ملک کی آزادی میں ان کا کوئی رول نہیں رہا۔ اسی شرمندگی کو چھپانے کے لئے یہ لوگ اس طرح کے غیر جمہوری اور غیر آئینی حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

بی جے پی کی ہندوتو پر سوالیہ نشان لگاتے ہوئے مغربی بنگال کے وزیر تعلیم پارتھو چٹر جی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ جو لوگ رام جی کے نام پر ہتھیاروں کی ریلی کرے اور منافرت پھیلائے، ان سے ہندوازم سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پارتھو چٹر جی نے یہ بھی کہا کہ بی جے پی دراصل ہندوازم کی منفی تصویر پیش کر رہی ہے، اس کے پاس بنیادی اور تعمیری پروگرام نہیں ہے؛ بلکہ ان کی حرکتوں سے ہندوازم کی توہین ہو رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی میں ہندوتو حامیوں کی جد وجہد کی کوئی تاریخ نہیں ہے، ملک کے مٹھی بھر فرقہ پرستوں کے ذریعہ مسلم، دلت مخالف فضا جس منظّم طور پر تیار کی جا رہی ہے اور ملک کے آئین کے تقدس کو جس طرح پامال کیا رہا ہے، وہ دن بدن خطرناک صورت حال اختیار کرتا جا رہا ہے؛ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ایسی صورت حال کی شکایت کیا جائے تو کس سے کیا جائے، تم ہی قاتل، تم ہی منصف ٹھہرے؟ ہر طرف خوف ودہشت کا ماحول ہے۔

اب دیکھئے کہ ابھی ابھی آر ایس ایس کے بیان سامنے آیا ہے کہ 2019ء میں سنگھ کی طاقت نظر آئے گی، 15 فروری سے موہن بھاگوت اتر پردیش میں ڈیرہ ڈالیں گے اور میرٹھ میں دو لاکھ سویم سیوک اکٹھا ہوں گے۔

ان حالات میں بس اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ ملک کے سیکولر لوگ پوری طاقت سے سامنے آئیں اور ملک کو ایسے فرقہ پرستوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

اس لیے کہ اس وقت ملک ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے، جہاں سے اسے صحیح راہ کی جانب موڑنے کی ضرورت ہے۔ اگر غلط راہ پر مُڑ گیا تو ہم کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

بابری مسجد ـــــــ تاریخ کے آئینے میں

ضیاءالدین صدیقی

مسلمانوں کی زندگی میں مساجد کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند اور اثر انگیز ہے۔ کعبتہ اللہ، بیت اللہ، جنت کا باغ وغیرہ جیسے الفاظ کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبۂ جات کو مسجد کی مرکزیت سے جوڑنے کی روایات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں عبادت کے لئے جبینیں خاک آلود ہوتی تھیں وہیں باطل کے خلاف مورچہ لینے کے لئے پھولے ہوئے سینے اور اکڑتی ہوئی گردنیں جوق در جوق روانہ ہوتی تھیں۔ مختلف قبائلی وفود کا جہاں استقبال ہوتا تھا وہیں عدالتیں رجم کے احکامات بھی صادر کرتی تھیں۔ قال اللہ اور قال رسول اللہ کی گردان جس کی فضاؤں کو معطر کرتی تھیں۔

خوشی وغم کی محفلیں اور مجلسیں اسی مرکز سے وابستہ تھیں۔ اصحاب صفّہ (Students of Residential University) جہاں فکری، نظری، علمی واعتقادی مسائل پر گفتگو کرتے تھے وہیں تکبیر کے ساتھ مجاہدین جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ مریضوں کی مرہم پٹی سے لیکر غنیمت کی تقسیم کے مرحلے بھی وہیں طے ہوتے تھے۔ شعرو شاعری کا دور ہو یا خوابوں کی سنوائی اور اس کی تعبیریں سب اسی معبد خانے کی سرگرمیاں تھیں۔ اندھیروں کی شب گذاریاں اور اجالوں کی شہسواریاں سب کی وابستگی اسی سے تھیں۔

دور زوال کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مساجد مرثیہ خواہ ہیں نمازیوں کے لئے یا صرف اور صرف سجدہ گاہ ہی رہ گئیں۔ دیگر معاملات کے مراکز اس سے ٹوٹتے وبکھرتے رہے جنہیں آج تک دوام نہیں ہے۔ عبادت کی تشریحات اب نمازوں اور مساجد کو خوبصورت بنانے تک ہی رہ گئیں، ورنہ اس کا مفہوم تو زندگی کی ہر جنبش وحرکت پر محیط ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں مسلمانوں کے زیر نگیں جو علاقے آئے وہاں پوری شریعت کا نفاذ تو نہ ہوسکا البتہ مساجد ومحلات کی تعمیرات باعث افتخار بنیں۔ جب سیاسی زوال موجِ خوں بن کر سروں سے گذرا تو چودہ طبق روشن ہوگئے۔ بابری مسجد ان ہی حالات کی ماری ایک ایسی عبادت گاہ ہے جس کا جرم یہ ہے کہ اس کو ایک مسلمان بادشاہ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ جس کا جرم یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی شناخت کی علامت بن گئی۔

تعمیر بابری مسجد (1528):

تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ مسجد کی تعمیر 1528ء میں ہوئی۔ تعمیر بابر نے نہیں بلکہ اس کے ایک امیر میر باقی نے کی۔ اس کی شہادت خود بابری مسجد کے ایک کتبے سے ہوتی ہے جو منبر کے بائیں طرف تھا۔ جس میں فارسی عبارت اس طرح کندہ ہے۔

”بفرمودۂ شاہ بابر کہ عدلیش — بذا کست باکاج گردوں ملاقی
بنا کردہ ایں مہبط قدسیان را — امیر سعادت نشانِ میر باقی
بود خیر باقی دسال بنالیش — عیاں شد چوں گفتم بود خیر باقی“

”بابر کا حکم، جس کا انصاف ایک ایسا محل ہے جو جنت کی اونچائیوں کو چومتا ہے۔ سعادت مند میر باقی نے فرشتوں کا یہ صاف شفاف مقام بنایا تاکہ یہ نیکی ہمیشہ باقی رہے۔ اس کی بنیاد کی تاریخ جب میں نے ”بود خیر باقی“ کہا تو ظاہر ہوئی (بود خیر باقی۔ 935ھ مطابق 1528ء) اس سے یہ غلط فہمی تو دور ہوجاتی ہے کہ بابر نے مسجد بنائی تھی۔ البتہ تعمیر کے بعد بابر کے نام سے موسوم کی گئی۔ ماہر تاریخ داں ڈاکٹر آر۔ ناتھ کے نظریہ کے مطابق ”بابر ایودھیا کبھی بھی نہیں آیا تھا اور وہ بابری مسجد کی تعمیر کے لئے ذمّہ دار بھی نہیں ہوسکتا۔ کسی مندر کے ڈھائے جانے کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ہے۔“ آیئے! ذرا رام اور اس کے نگری کو تاریخ کے حوالے سے معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

رام چندر جی:

کہا جاتا ہے کہ رام چندر راجہ دشرتھ کے بیٹے تھے۔ ایک دیومالائی شخصیت ہے۔ بعض محققین کے نزدیک رام ایک افسانوی پیکر کا نام ہے اگر یہ سچ ہے تو ان کی نگری بھی افسانوی ہوگی جس کا کوئی تعلق موجود ایودھیا سے نہیں ہوسکتا۔ اگر رام کو تاریخی حقیقت مان لیا جائے تو ایودھیا کے بارے میں تاریخ کیا کہتی ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ رام کا کردار دراصل مصر کے فراعنہ سے بھارت میں منتقل ہوا ہے، یہ بات رامائن سے واضح ہوتی ہے، یوپی اے فرسٹ نے رام سیتو پر سپریم کورٹ میں جو Affidavit داخل کیا ہے اس میں اسے تصوراتی بتلایا ہے۔

ایودھیا تاریخ کے آئینے میں:

(ا) رامائن ہندوؤں کی مذہبی کتاب ہے اور خاص کر والمیکی کی لکھی ہوئی رامائن کی قدر کی جاتی ہے۔ والمیکی کی رامائن میں اتر کھنڈ کے پہلے سارگ کی 110ویں بیت کہتی ہے۔ ”ادھیاردھا یو جنم گتواندی پاس چَیَن مُکھاس ریتم“ اور بالکندر کے دوسرے سارگ کی 22/ویں بیت کہتی ہے۔ ”ادھیاردھا یو جنم گتواسرائے وادکشنے تتے“

اوپر دیئے گئے دونوں مصرعے یہ مفہوم واضح کرتے ہیں کہ سریوندی مغرب کی طرف بہتی ہے اور ایودھیا کا شہر اس کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ آج کی ایودھیا سریوندی کے جنوبی کنارے پر واقع ضرور ہے لیکن ندی کا بہاؤ مغرب کے بجائے مشرق کی طرف ہے۔ سریوندی نیپال کی پہاڑیوں سے نکل کر تقریباً 150 میل تک مغرب کی جانب بہتی ہے اور یو (U) کی شکل اختیار کرتے ہوئے جب مشرق کی طرف بہنے لگتی ہے تو اچانک ہندوستان میں داخل ہوتی ہے۔ والمیکی کی بات اگر مان لی جائے تو رام کی ایودھیا کو نیپال میں تلاش کرنا چاہیئے۔ (۲) آثار قدیمہ کی کھدائیاں 3/مقامات پر (ایودھیا، بھارت دواج آشرم اور شنگو یرپور) تقریباً 30 تا 35 سال قبل ہوئیں تھیں۔ ایودھیا کی کھدائی میں جو آثار ملے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ان تمام اشیاء کی موجودگی کی عمر حضرت عیسیٰؑ سے قبل زیادہ سے زیادہ 600 تا 700 سال تک بتلائی جاتی ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ رام کا زمانہ مہابھارت سے قبل کا ہے بعض تاریخ کے ماہرین کے مطابق عیسیٰؑ سے 2500 ڈھائی ہزار سال پرانا ہے۔ موجودہ ایودھیا کی عمر عیسیٰؑ سے صرف (700) سات سو سال کے اندر کی ہے جب کہ رام کی نگری کا زمانہ (2500) ڈھائی ہزار سال قبل مسیح پرانا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ موجودہ ایودھیا، رام کی ایودھیا پوری ہوسکتی ہے؟ رام کے زمانے میں موجودہ ایودھیا جنگل رہی ہوگی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ موجودہ ایودھیا ہی رام کی نگری ہے تو رام جنم استھان کی صحیح پوزیشن کہاں ہے۔؟

رام جنم استھان: (ا) معروف تاریخ داں اور سابق صدر جمہوریہ رادھا کرشنن کے صاحب زادے پروفیسر ایس۔ گوپال نے مدراس شہر میں ایک لکچر کے دوران فرمایا: "In Ayodhya today there are still about 30 places where Rama was claimed to have been born" (ایودھیا میں آج 30/مقامات ایسے ہیں جہاں رام کی جائے پیدائش کے دعویٰ پیش کئے جاتے ہیں) اگر 30/مقامات کے تعلق سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں رام جنم استھان ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ گربھ گرہ ٹھیک بابری مسجد کے محراب کے نیچے ہی ہو؟ ہندوتو کے تمام ماہرین کو خود اپنی جائے پیدائش کے یقینی ”مقام“ کا علم نہیں ہے لیکن صدیوں پہلے رام کی جائے پیدائش کو وہ ٹھیک محراب کے نیچے بتلاتے ہیں۔ (۲) شیر سنگھ (IAS) اور پروفیسر سوشیل سری واستو (الٰہ آباد یونیورسٹی) نے اپریل 1989ء میں جو سروے کیا۔ اس پر انہیں 7 مختلف مقامات پر جنم استھان ہونے کا گمان ہے۔ خاص بات تو یہ ہے کوئی دو بھی ایک دوسرے سے ملتے نہیں ہیں اور نہ کوئی بابری مسجد کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ قریب تر جگہ جو بتلائی ہے وہ بابری مسجد سے 3/کیلومیٹر دور ہے۔ (۳) راجہ دسرتھ کی تین رانیاں تھیں اور تینوں کے محل الگ الگ رہے ہوں گے۔ رام کے سوتیلے بھائی بھرت کے کہنے کے مطابق ان کی پیدائش ماں کیکئی کے محل میں ہوئی۔ اسی طرح دو اور بھائیوں شتروگھن اور لکشمن کی پیدائش ان کی ماں کے محل میں ہوئی ہوگی۔ منطقی طور پر رام کی پیدائش ان کی ماں کوشلیہ کے محل میں ہوئی ہوگی۔ کوشلیہ بھون کے نام سے رانی کوشلیہ کا محل بابری مسجد سے 120 یارڈ دوری پر واقع ہے۔ پھر رام کی جائے پیدائش محرابِ مسجد میں کیسے ہوسکتی ہے؟ (۴) مسٹر اٹل بہاری واجپائی نے ایک خط بنام ہرن مکھر جی ۱۹/۷/۸۹ میں یہ قبول کیا۔ "It is not possible to pinpoint the exact spot where Ram was born" (یہ ناممکن ہے یقینی طور پر یہ بتلایا جائے کہ رام کی جائے پیدائش کہاں ہے)

مندر: یہ غلط پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ بابری مسجد کی تعمیر سے قبل وہاں ایک ویراٹ مندر تھا جسے بابر نے مسمار کیا۔ (ا) ڈاکٹر رادھے شیام شکل کے مطابق چندر گپت دوم (وکرمادتیہ) نے جنم استھان معلوم کر کے مندر کو تعمیر کیا تھا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ چندر گپت دوم کا زمانہ تاریخی اعتبار سے 380ء تا 414ء ہے، کارپونیٹ ٹیسٹ سے بابری مسجد کے ستونوں کی تراشی عمروں کا حساب لگایا گیا تو زیادہ سے زیادہ (500) پانچ سو سال تک کی ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بابری مسجد کسی مندر کو ڈھا کر اس کے ستونوں سے تعمیر نہیں کی گئی تھی۔ (۲) عالمی شہریت یافتہ آثار قدیمہ کے ماہر الکسنڈر کننگھم نے رام جنم استھان مندر ۶۵-۱۸۶۲ء کے دوران دیکھا ہے، جس کی رپورٹ انہوں نے دی تھی۔ (Archaeological Survey of India Report 1862-65) اگر میر باقی نے سولہویں صدی میں اسے ڈھا دیا تو انیسویں صدی میں کننگھم نے رام جنم استھان مندر کیسے دیکھ لیا؟ (۳) پروفیسر شری رام شرما فرماتے ہیں ”ہمیں کوئی ایسی شہادت دستیاب نہیں ہوئی کہ بابر نے کسی مندر کو ڈھایا اور کسی ہندو کو محض ہندو ہونے پر ایذا پہنچائی۔“ (Mugal Empire of India (1945)۔ (۴) بابری مسجد کی تعمیر (1528) کے کچھ ہی سال بعد 1575ء میں تلسی داس نے رام کی سیرت ”رام چرتر مانس“ نامی کتاب تصنیف کی، اگر میر باقی نے کسی مندر کو ڈھایا ہوتا، اس کا تذکرہ تلسی داس اپنی کتاب میں ضرور کرتے؛ لیکن انہوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا، ایک ویراٹ مندر جو رام جنم استھان پر تعمیر کیا گیا تھا، ڈھایا جائے، رام کی سیرت مرتب کرنے والے نے اس کا تذکرہ نہ کیا ہو، ممکن نہیں ہے، مطلب صاف ہے کسی مندر کو ڈھا ہی نہیں گیا تھا۔ (۵) بابر نے 1524ء میں بھارت فتح کیا۔ اس کی وفات 1530ء میں ہوئی، اس کے ایک اہم، ہم عصر گرونانک (۱۵۳۸-۱۴۶۹) سکھوں کے معروف سنت گذرے ہیں۔ بابر کے بعد تقریباً 9/سال زندہ رہے اپنی مشہور زمانہ کتاب گرنتھ صاحب میں کئی دوھے کہے ہیں، بابر کے بڑے نقاد تھے اس کے خلاف غصہ اور حقارت کا اظہار انہوں نے کئی دوھوں میں کیا ہے۔ مندرجہ ذیل کئی دوھوں کا ترجمہ دیا جارہا ہے، جس میں بابر کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔

”تو نے ہندوستان میں دہشت پھیلا دی ہے تو نے یم (موت کا دیوتا) کو بابر کے بھیس میں بھیج دیا ہے۔ قتل وخون بڑا زبردست ہوا ہے۔ اگر بڑی طاقت بڑی طاقت سے ٹکراتی ہے۔ تو غمگین نہیں ہوتی نہ شکایت کرتی ہے؛ لیکن یہ خونخوار شیر مجبور بستیوں پر لپک پڑے۔ تو اے چرواھے! تجھے ہی جواب دینا پڑیگا۔ اے رب! تیری طریقے کون سمجھ سکتا ہے، عجیب ہیں تیرے طریقے، عجیب ہیں تیرے فیصلے۔“ ”مسلمان عورت کی نماز کا وقت گذر چکا ہے، ہندو عورت کے پوجا کا وقت ہوچکا ہے۔ آہ۔ نانک مرد بھی مجبور ہے۔ یہ صرف رب کی رضا ہے۔“ ”تلوار چمکی اور ٹکرائی، مغل نے نشانہ لگایا اور گولی چلائی پٹھان اپنے ہاتھیوں سے لڑ گئے۔ پیروں اور درویشوں نے دعائیں کی۔ لیکن بابر بڑھتا گیا۔ ان کے محلوں کو جلاتا ہوا، زمین بوس کرتا ہوا۔ امراء کی اس نے دھجیاں اڑادیں۔ ان کے سر دھول میں لڑھکنے لگے۔ ہندو، ترک، بھٹی، راجپوت سپاہیوں کی بیویوں نے مایوسی میں اپنے گھونگھٹ پھاڑ ڈالے۔ ربّ کی ایسی ہی مرضی ہے۔ وہی ان سب کے اسباب جانتا ہے۔“

ان دوھوں اور ان جیسے تمام دوھوں میں کہیں بھی مندر کو ڈھانے کا تذکرہ نہیں ہے۔ دوسرے بابر کی آمد سے ہندو مسلم ہر دو قومیں متاثر ہوئی ہیں۔ تحقیق کے مطابق گرونانک ایودھیا بھی گئے تھے وہاں انہوں نے قیام بھی کیا تھا اگر کوئی مندر ڈھایا جاتا تو یقیناً ان جیسے شخص نے اسے ضرور ہی اشعار کا موضوع بنایا ہوتا۔

فیض آباد گزٹ: (ا) تنازعہ اس وقت پیدا ہوا جب مسلمانوں کی قیادت میں تمام مذہب کے لوگوں نے 1857ء کے انقلاب کی شروعات کی۔ انگریزوں نے خاص کر Divide & Rule کے تحت اپنی فتنہ انگیز صلاحیتوں کا استعمال کیا۔ اُدھر فتنہ پرور ہندوؤں نے ان کا ساتھ دیا۔ پہلی دفعہ 1877ء فیض آباد گزٹ میں ایچ۔ آر۔ نویل نے بنا کسی ثبوت کہ یہ نوٹ چڑھایا۔ "In 1528 AD Babar halted Ayodhya for a week and destroyed the temple and built the Masjid on its site." (1528ء میں بابر نے ایک ہفتہ ایودھیا میں قیام کیا۔ مندر کو ڈھایا اور مسجد کی تعمیر اس کی جگہ کیا) تاریخ کہتی ہے کہ بابر کبھی ایودھیا گیا ہی نہیں۔ اس کے قریب سے گذرتا ہوا افغانیوں سے جنگ کرتا ہوا آگرہ چلا گیا تھا۔ اُس علاقے میں قریب ترین بابر کا قیام ایودھیا سے 110/کلومیٹر دور بتلایا جاتا ہے۔ ہمایوں نامے اور تزک بابری کے مطابق آگرہ سے وہ اور اس کی بیٹی دھولپور روانہ ہوگئے تھے۔ (The Empire Builder of 16th Century By - William Ras Burk) (۲) 1857ء میں مسجد کے گرد ایک دیوار اٹھا دی گئی۔ مسلمانوں نے ایک خالی پلاٹ ہندوؤں کو دیدیا 1883ء میں ہندوؤں نے وہاں پر مندر بنانا چاہا مگر حکومت وقت نے اجازت نہیں دی۔ دوسری مرتبہ درخواست عدالت نے مسترد کردی۔ 1934ء میں اس تنازعہ کو لے کر ہندو مسلم فساد ہوا جس میں بابری مسجد نقصان پہنچایا گیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

مشکل حالات میں واقعۂ معراج کا سبق

نثار احمد حصیر قاسمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اور آپ کی غمگسار شریک حیات حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب ومشکلات اور حزن وملال کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اسی لئے اس سال کا نام جس میں ان دونوں کی وفات ہوئی عام الحزن پڑ گیا، مگر ان حالات ومشکلات اور غم واندوہ کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مایوس نہیں ہوئے؛ بلکہ صبر کا دامن تھامے رہے اور عزم وحوصلہ کے پہاڑ بنے رہے اور اپنے مشن کو پایہ؟ تکمیل تک پہنچانے میں پوری جانفشانی سے لگے رہے، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کے جواں حوصلہ میں ارتعاش پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کے پائے ثبات میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکل کر اس امید پر طائف کا سفر کیا کہ شاید وہاں کوئی معین ومددگار مل جائے، اور آپ کی نصرت وتائید کرنے والا وہاں نکل آئے، مگر وہاں آپ کو ایسا کوئی فرد نہیں ملا، آپ نے طائف والوں سے بڑی امیدیں وابستہ کی تھیں، مگر ان کے سلوک وطرز عمل نے آپ کی امیدوں پر پانی پھیر دیا، پھر بھی آپ مایوسی کا شکار نہیں ہوئے، انہوں نے آپ کو اپنے مشن سے روکنے کی کوشش کی، آپ سے اور آپ کی تعلیمات سے انہوں نے روگردانی کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ کو ذہنی اذیتیں بھی دیں اور جسمانی بھی، آپ کے جسد اطہر لہولہان ہوگئے اور آپ کو اتنے زخم کھانے پڑے جتنی بعد میں کبھی کسی غزوے میں بھی کھانے کی نوبت نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے غمگین وغمزدہ حالات میں لوٹے صرف آپ کی زبان پر اپنے رب کے سامنے شکوہ کا اظہار رہا جس کا سامنا آپ کو اپنی قوم سے کرنا پڑا تھا، اس آزمائش اور تکلیف دہ سفر کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعزاز بخشا، آپ کی تکریم کی، اور آپ کی قدر ومنزلت اور عظمت ورفعت کو دوبالا کرنے اور آپ کی شان کو بلند کرنے کے لئے آپ کو اسراء ومعراج سے سرفراز فرمایا جہاں تک کی رسائی نہ کسی نبی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام جیسے ملائکہ مقربین کو، ہماری نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی جسد اطہر اور قدم مبارک پر ٹک جاتی ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی لہولہان ہیں اور آپ کے قدم مبارک سے خون رس رس کر آپ کی جوتیوں کو جکڑ رہا ہے، یہی قدم جو خون سے لت پت ہے ہزار ناموافق حالات اور ناسازگار موسم کے باوجود ڈگمگاتا نہیں ہے، اس میں ذرہ برابر جنبش نہیں آتی ہے، اس میں ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اسلام کے مشن کو لے کر رواں دواں رہتا ہے یہی قدم اللہ کے اس پہلے گھر سے عرش وسدرۃ المنتہی کا سفر شروع کرتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے قیام وبقا کے لیے بنایا ہے، پہلی منزل بیت المقدس شہر کا وہ خانۂ خدا آتی ہے جسے اللہ نے مسجد اقصی کے نام سے یاد کیا اور بتایا ہے کہ اس کے ہر چہار جانب واطراف میں برکت رکھ دی گئی ہے، پھر یہاں سے بلندی کی سمت آسمانوں کا سفر شروع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام ... السمیع البصیر﴾ (الاسراء:۱)

اس سے ہمیں سبق اور واضح پیغام ملتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور دین وایمان کے لئے جو خون بہتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا بلکہ دیر یا سویر ایک نہ ایک دن رنگ ضرور لاتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قربانیاں دیں، اور دین وایمان کے لئے اپنے خون بہائے، انہوں نے اس دین کو ہم تک پہنچانے کے لئے اپنے جسم وجان اور مال واسباب کا نذرانہ پیش کیا جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں امت کو سیدھے راستے کو اختیار کرنے کی راہ ہموار ہوئی اور وہ رشد وہدایت سے بہرہ ور ہوئے اور اسی لہو اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ اسلام روئے زمین کے چپہ چپہ تک پھیلا اور آج مسلمان ہر خطہ میں موجود ہیں۔

اللہ کی راہ میں خون کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی مالک الملک اور خالق کون ومکان نے جسمانی طور پر آپ کو اپنے پاس بلایا، قریب کیا اور ہم کلام کیا جب کہ روحانی طور پر تو آپ قریب سے قریب تر تھے ہی، اور اس بلند مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو وہ چیزیں دکھائی جو دکھانی تھی، آپ نے اپنے رب کی آیات ونشانیوں کو بچشم دیکھا، اور مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ان کے ساتھ اور ان کی دعوت کے ساتھ کتنی عنایتیں ہیں جس سے آپ کے یقین میں اضافہ ہوا اور آپ اس انشراح واطمینان کے ساتھ واپس آئے کہ آپ کی دعوت کامیابی سے ہمکنار ہوگی، آپ کا لایا ہوا اللہ کا پیغام سارے روئے زمین پر پھیلے گا، آپ کو دشمنان اسلام اور سچے دین کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے والوں پر فتح حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مشن اور اس کے مستقبل کے بارے میں آگاہ کیا جس سے آپ خوش ہوگئے، آپ کا قلب نور الٰہی سے جگمگانے لگا، اور آپ کو خالق کائنات سے وارفتگی اور اس کی پسندیدہ مخلوق سے انس وتعلق میں شدت پیدا ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز وتمغہ اور یہ بیش بہا تحفہ معراج کی شکل میں دیا گیا کہ آپ طویل مزاحمت کی راہ پر گامزن رہیں، جدوجہد کرتے رہیں اور ہمت نہ ہاریں، یہ اعزاز اور یہ انعام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سالہا سال کے صبر، استقامت، جدوجہد، اور اپنے مشن پر ڈٹے رہنے کے بعد عطا کیا گیا، گویا یہ کٹھن ودشوار اور مصائب وآلام سے لبریز سالوں کی محنت اور مسلسل کاوشوں کا صلہ تھا، اللہ نے آپ کو آسمانوں سے بھی اوپر بلایا اور اس قدر عظیم کائنات علوی وسفلی جس کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، آپ کو سیر کرا کر اس کے اندر اللہ کے جو اعجاز اور اس کی جو نشانیاں ہیں اس کا مشاہدہ کرایا، خود یہ سفر معراج صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان وتصدیق کا امتحان تھا کہ وہ بظاہر اس انہونی کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟ وہ جو بتاتے ہیں اسے مانتے ہیں یا نہیں؟ یہ ایمان پر ان کی ثابت قدمی کا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ہوئے اور برملا کسی جھجھک کے بغیر پکار اٹھے کہ الصادق الامین کی باتیں درست ہیں ہم ان کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں اور کیوں نہیں جب کہ ہم ان کی غیب کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اس پر ہم کیوں یقین نہ کریں، وہ رسالت کے مقصد کو عملی جامہ پہنانے والے تھے، جس کا لب لباب لوگوں کو شیطان کی عبودیت وبندگی سے نکال کر رحمٰن ورحیم کی عبودیت وبندگی پر لانا تھا۔

اسراء ومعراج کا معجزہ درحقیقت اس زخم کا مرہم تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق وصداقت کے دشمنوں کی جانب سے لگے تھے، یہ اس ایذاء رسانیوں کا مداوا تھا جس سے محبوب کبریا اور آپ کے اصحاب دوچار ہو رہے تھے، اس کے بعد دعوت الی اللہ کے راستے کھل گئے، ہدایت کے راستے روشن ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے فضیلت وشرف اور علم ومعرفت کا خزانہ آپ کو عطا کیا جس سے آپ دعوت ورسالت کو دوسروں تک پہنچانے میں منہمک ہوگئے اور لوگوں کو صحیح راستے پر لا کھڑا کیا تا کہ وہ صحیح منزل تک پہنچ جائیں اور دنیا میں بھی انہیں کامیابی وسربلندی نصیب ہو اور آخرت میں بھی انہیں سعادت حاصل ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کی بنیاد صبر واستقامت اور مسلسل جدوجہد پر رکھی، یہی وجہ ہے کہ مادی زبوں حالی اور دنیوی مال ومتاع اور اسباب ووسائل کے فقدان کے باوجود یہ دعوت عام ہوئی اور یہ دین پھلتا پھولتا رہا، اور مختصر مدت میں نہایت برق رفتاری کے ساتھ جزیرہ؟ عرب سے نکل کر آفاق عالم تک پہنچ گیا، یہ کامیابی ہمیں بتاتی ہے کہ نجاح وکامیابی اور سربلندی وعظمت کی بنیاد مسلسل جدوجہد، لگن امید وبیم اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ وجذبہ ہے، مادی قوت وسطوت نہیں، اگر چہ اسے اختیار کرنا اسباب کے درجہ میں بھی ضروری ہے۔

اسراء ومعراج کی حقیقت اور اس کے مقاصد ہمیں زندگی کو سنوارنے اور اس کی اصلاح کرنے کی دعوت دیتے اور مستقبل کی تعمیر کی خوش خبری دیتی ہیں، وہ ہم سے مطالبہ کرتی ہیں کہ جس زمین وآسمان، سورج چاند اور اس کائنات علوی وسفلی کے اندر موجود تخلیقات کو اللہ نے ہمارے لئے مسخر کر رکھا اور ہمارے تابع بنایا ہے، اس میں موجود اللہ کی نشانیوں کا ہم مطالعہ کریں، اس کے اندر غور وفکر کریں اور تحقیق وجستجو کریں، تا کہ ہم صحیح معنوں میں خلافت کے مستحق بن سکیں، اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی تربیت عقیدے کی اصلاح، عبادت وریاضت، احکام وشریعت کی پابندی کرا کر کیا، انہیں اسلام کی متوازن پالیسی اور آداب سے آگاہ کیا، انہیں اسلام کے نظام اور زندگی گزارنے کے لئے اس کے نہج کا عادی بنایا، انہوں نے اپنے عقائد وعبادت کو درست کر کے، شریعت واحکام کی پابندی کر کے، اس کی سیاست وآداب کو اپنا کر اور اپنی زندگی کو اس نظام کے مطابق ڈھال کر اسلام کا عظیم قلعہ تعمیر کیا جس میں انسانیت نے پناہ لی اور وہ ایک دوسرے سے محبت کرنے والے بھائی بھائی بن گئے، اور وہ حقیقی معنوں میں خیر امت ثابت ہوئے، مگر جب مسلمانوں نے اسلام کے ان بنیادی اصول وضوابط سے منہ موڑا وہ کمزور ہوگئے، ان میں قنوط ومایوسی گھر کر گئی، محنت ومشقت کا جذبہ معدوم ہوگیا، وہ تن آسانی کے عادی اور جسمانی راحت وآرام کے دلدادہ ہوگئے، مادیت پرستی نے ان کو جکڑ لیا اور وہ دنیا پر اوندھے گر پڑے اور اس کے پیچھے بھاگنے لگے، اس کے نتیجہ میں نہ یہ کہ ان کا اقتدار جاتا رہا، بلکہ ان دشمنان اسلام کی ہیبت ان کے دلوں پر چھا گئی اور وہ ذلیل ورسوا کئے جانے لگے، ہر جگہ قتل کئے جانے لگے اور ذلت کے ساتھ بھگائے اور ملک بدر کئے جانے لگے۔

آج ساری دنیا کے اندر حالات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہیں انہیں نیست ونابود کرنے کی مہم چھڑی ہوئی اور اسلام کے نشانات تک کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے جو ہماری بداعمالی اور دین اسلام سے دوری کی وجہ سے ہے، ہم مایوسی کا شکار ہو کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے ہیں، ہماری ہمت پست ہوگئی ہے۔

معراج کا سفر ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے اندر سے مایوسی کو دور کریں، اپنے اندر جدوجہد کا جذبہ پیدا کریں، حوصلہ رکھیں اور بہتر مستقبل کی اللہ سے امید کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائیں سب سے پہلے اپنے اندر تبدیلی لائیں، اپنی اصلاح کریں، اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، اپنی زندگی اسلام کے مطابق بنائیں، پھر تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کا جو ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے سائنس وٹکنالوجی کے میدان کو اختیار کریں اور دعوت دین کو اپنا شعار بنائیں، اور یقین رکھیں کہ عداوت ودشمنی کے ہزار طوفان کیوں نہ چل رہے ہوں اور رکاوٹوں کا سیل رواں کیوں نہ جاری ہو، ہمیں مٹانے کی خواہ کتنی ہی تدبیریں کیوں نہ کی جارہی ہوں، ہم اگر اسلام کے بتائے ہوئے خطوط پر چلتے رہے تو ہم مٹیں گے نہیں بلکہ آگے بڑھیں گے، بس شرط ہے صبر واستقامت، مسلسل جدوجہد، عدم مایوسی، تابناک مستقبل کی امید، جواں حوصلہ علم میں دسترس اور دعوت دین پر عمل، اور یہ یقین رکھیں کہ ہر تنگی کے بعد آسانی ہے، ارشاد الٰہی ہے:

﴿فإن مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب وإلی ربک فارغب﴾ (الانشراح)

تو یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں لگ جا اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وإن تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئا، الخ (آل عمران:۱۲۰)

تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔

سید محمد عادل فریدی

ترکی کا ۵۷ ممالک کو ساتھ ملا کر عظیم اسلامی فوج بنانے کا فیصلہ

ترکی نے ۵۷/اسلامی ممالک کو ساتھ ملا کر دنیا کی سب سے بڑی فوج بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے جس کے قیام کا مقصد جان کر امریکا اور اسرائیل کے ہوش اڑ جائیں گے۔ترک اخبار نے انکشاف کرتے ہوئے رپورٹ شائع کی ہے کہ ترکی نے ۵۷/اسلامی ممالک کو ساتھ ملا کر دنیا کی سب سے بڑی فوج بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ دنیا بھر کی اس سب سے بڑی فوج کا نام ''اسلامی فوج'' رکھا جائے گا اور اسرائیل کے خلاف بنائی جانے والی اس فوج کی تعداد ۵۰/لاکھ ہوگی۔(نیوز ایکسپریس)

ڈونالڈ ٹرمپ نے چینی مصنوعات کی درآمد پر ۵۰/ارب ڈالر کا ٹیکس لگایا

امریکہ کے صدر ٹرمپ نے چینی مصنوعات کی درآمد پر ٹیکس لگانے کے مسودے پر دستخط کر دیا ہے۔وہائٹ ہاؤس کے حکام کا کہنا ہے کہ صدر ٹرمپ نے چینی درآمدات پر ۵۰/ارب ڈالر محصولات لگانے کے مسودے پر دستخط کیے ہیں۔اقدام کا مقصد چین کے غیر قانونی تجارتی طریقہ کار کو تبدیل کرانا ہے۔ٹرمپ نے امید ظاہر کی ہے کہ دوسرے ممالک بھی چین کے خلاف اس اقدام میں ان کا ساتھ دیں گے۔دوسری جانب امریکہ میں چین کے سفیر نے کہا ہے کہ چین کے خلاف امریکی ٹیکس کے فیصلے کا جواب دیں گے۔(نیوز ایکسپریس)

افریقہ کے ۴۴/ممالک کے درمیان آزاد تجارتی زون کے قیام کا معاہدہ

براعظم افریقہ کے چوالیس ممالک نے ایک آزاد تجارتی زون کے قیام کے معاہدے پر دستخط کر دیے۔غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق افریقی یونین کے شعبہ تجارت کے کمشنر موسیٰ فکی محمد نے کہا کہ اس زون کے قیام کے بعد خطے کی اقتصادی سرگرمیوں میں ہونے والے اضافے سے حالات میں بہتری آئے گی۔تاہم براعظم کے دو اہم ممالک نائیجریا اور جنوبی افریقہ اس معاہدے میں شامل نہیں ہیں۔اپنے ارکان کی تعداد کے حوالے سے دنیا کے اس سب سے بڑے آزاد تجارتی علاقے کو افریقی کونٹینینٹل فری ٹریڈ زون (سی ایف ٹی اے) کا نام دیا گیا ہے۔اس معاہدے پر روانڈا کے دارالحکومت کیگالی میں دستخط کیے گئے ہیں۔(فکر و خبر)

یمن جنگ ہم نے شروع نہیں کی، ہم پر مسلط کی گئی ہے: سعودی عرب

سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے کہا ہے کہ یمن میں جنگ ہم نے شروع نہیں کی بلکہ ہم پر مسلط کی گئی ہے۔ہم نے تنازع کا سیاسی حل تلاش کرنے کی کوشش کی اور یمن میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امدادی کام جاری رکھا۔انہوں نے کہا کہ حال ہی میں یمن میں متاثرین کی امداد کیلئے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اربوں ڈالر کی امداد فراہم کی جارہی ہے، ہم یمن میں امن واستحکام کے خواہاں ہیں مگر حوثیوں کی جانب سے ہمیشہ خلاف ورزیاں کی جاتی ہیں، رکاوٹوں کے باوجود ہم انسانی جذبے کے تحت متاثرین کی امداد کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔(فکر و خبر)

تاجکستان میں خواتین کے لباس کے لیے سرکاری کتاب شائع

تاجکستان کی حکومت نے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں خواتین کو یہ بتایا گیا ہے کہ انھیں کیا پہننا چاہیے اور کیا نہیں۔نیوز ویب سائٹ ایشیا پلس کے مطابق ''تجاویز کی کتاب'' وزارت ثقافت کی جانب سے شائع کی گئی ہے اور اس میں ماڈلز کو ''سات سے ستر برس کی خواتین'' کے لیے مناسب لباس پہنے دکھایا گیا ہے۔اس کتاب میں مختلف باب ہیں جن میں خواتین کو کام پر جاتے وقت، قومی اور سرکاری چھٹیوں کے موقع پر، شادیوں اور ہفتہ وار چھٹیوں تک کے موقع پر پہننے کے لیے کپڑوں کے بارے میں بتایا گیا ہے۔اس کے بعد اس کتاب کے آخر میں ایک باب ہے جس میں تاجک خواتین کو بتایا گیا ہے کہ انھیں کون سے کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔اس میں خواتین کو سیاہ لباس اور حجاب وغیرہ پہننے سے منع کیا گیا ہے۔تاجکستان میں اسلامی ملبوسات کے خلاف مہم چلائی جارہی ہے جسے صدر اموملی رحمان کی تنقید کے باوجود کافی سراہا جارہا ہے۔اس کے علاوہ کہا گیا ہے کہ بعض مغربی لباس ہفتہ وار چھٹیوں کے موقعے پر پہنے جاسکتے ہیں۔ویب سائٹ کے مطابق ''عوامی مقامات پر فلپ فلاپ یا سلپرز، یا سکن ٹائٹ پاجامے یا سینتھیٹک کپڑے جو مضر صحت ہوں ان کے پہننے سے منع کیا گیا ہے۔''(بی بی سی لندن)

پاکستانی عدالتوں میں ۱۸/لاکھ سے زائد مقدمات فیصلوں کے منتظر

جنوری ۲۰۱۸ء تک کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستانی سپریم کورٹ میں اس وقت ۳۸۰۰۰/مقدمات کا فیصلہ ہونا باقی ہے پاکستان کے عدالتی نظام کے خلاف سب سے بڑی شکایت مقدمات کی تاخیر سے تکمیل کے حوالے سے ہے اندازے کے مطابق ایک مقدمے کا فیصلہ آنے میں اوسطاً پندرہ سے بیس سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی تمام عدالتیں، جن میں سپریم کورٹ، شریعت کورٹ، تمام ہائی کورٹ اور ڈسرکٹ کورٹس شامل ہیں، ان میں ساڑھے ۱۸/لاکھ سے زائد مقدمات سنے جارہے ہیں۔لاہور ہائی کورٹ میں اس وقت موجود مقدمات کی تعداد ملک میں سب سے زیادہ ہے جو کہ ۱۵۰۰۰۰/سے اوپر ہے۔دوسرے نمبر پر سندھ ہائی کورٹ ہے جہاں ۹۴۰۰۰/مقدمات ہیں۔پشاور ہائی کورٹ میں اس وقت ۳۰۰۰۰/ مقدمات ہیں جبکہ بلوچستان ہائی کورٹ میں صرف ۶۰۰۰ مقدمات کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔اسلام آباد ہائی کورٹ میں ۱۶۰۰۰/مقدمات زیر التوا ہیں۔لا اینڈ جسٹس کمیشن پاکستان (ایل اینڈ جے سی پی) کے سکریٹری ڈاکٹر رحیم اعوان کا کہنا ہے کہ سارا الزام عدلیہ پر لگتا ہے لیکن یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ عدلیہ پر خود کتنا دباؤ ہے۔آپ کسی بھی چھوٹے کورٹ کے ایک بھی جج کا ریکارڈ اٹھالیں تو نظر آئے گا کہ انھیں ایک دن میں ۱۵۰ سے ۲۰۰ کیس سے نمٹنا ہوتا ہے جو کہ عملی طور پر ناممکن ہے۔اگر تمام مقدمات کو سننا ہو تو ان کے پاس فی مقدمہ صرف ڈیڑھ منٹ کا وقت ہوتا ہے۔ایسے حالات میں جج کیا کرے گا، اس کے پاس تو سانس لینے کا بھی وقت نہیں بچے گا؟(بی بی سی لندن)

یونیورسٹیوں میں ریسرچ کو فروغ دینے کا منصوبہ

حکومت بہار ریاست کی یونورسٹیوں میں ریسرچ و تحقیق کے کاموں کو فروغ دینے کا منصوبہ بنا رہی ہے، اس کے لیے پٹنہ میں ایک ریاستی سطح کا ریسرچ سنٹر بنانے کی بھی تیاری چل رہی ہے۔اس کے علاوہ ریسرچ کے شعبہ میں طلبہ کے داخلہ کا تناسب بھی ساڑھے تیرہ فیصد سے بڑھا کر تیس فیصد کرنے کا ارادہ ہے۔حکومت کے اس قدم کا مقصد یونیورسٹیوں کے تئیں طلبہ کی دلچسپی میں اضافہ اور یونیورسٹیوں میں تعلیم کا بہتر ماحول پیدا کرنا ہے۔(ایجنسی)

سرکاری اسکولوں میں بچوں کو ملیں گے کتابوں کے لیے پیسے

مرکزی حکومت سے منظوری ملنے کے بعد اب ریاستی حکومت آئندہ تعلیمی سال سے سرکاری اسکولوں میں درجہ اول سے ہشتم تک کے بچوں کو کتابوں کے بجائے کتابوں کے پیسے دینے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔اس کے لیے تمام ضلعوں کے تعلیمی افسران کو ضروری ہدایات دے دی گئی ہیں۔افسران کو بھیجے گئے خط میں کہا گیا ہے کہ بچوں کو کتابوں کی جگہ پیسہ دیا جاسکے اس کے لیے سبھی داخل شدہ طلبہ وطالبات کے پاس بینک اکاؤنٹ ہونا ضروری ہے، افسران اسکولوں کے پرنسپل سے بات کر کے اس بات کو یقینی بنائیں کہ جن بچوں کے بینک اکاؤنٹ ابھی تک نہیں کھولے گئے ہیں ان کے بینک اکاؤنٹ ہر حال میں اپریل سے پہلے کھول دیے جائیں۔جن بچوں کے بینک اکاؤنٹ موجود ہیں لیکن پیسے نہ ہونے کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں ان کے اکاؤنٹ میں سو یا پچاس روپئے ڈال کر ان کو پھر سے چالو کرا لیا جائے۔اگر کسی طالب کا کا اکاؤنٹ کے وائی سی جمع نہ ہونے کی وجہ سے بند ہے تو ان کا کے وائی سی جمع کرا دیا جائے۔آئندہ تعلیمی سال ہر اسکول کو طلبہ کی تعداد کے اعتبار سے پیسے بھیجے جائیں گے اس کے بعد آر ٹی جی ایس کے ذریعہ طلبہ کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کیا جائے گا۔واضح ہو کہ اس وقت ریاست میں درجہ اول سے ہشتم تک تقریباً دو کروڑ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ان بچوں کو ڈیڑھ سو سے تین سو روپئے فی طالب علم کے حساب سے رقم دی جائے گی۔(ایجنسی)

سوپر تھرٹی کا آئی آئی ٹی جے ای ای کورس اب آن لائن دستیاب

ہندوستان کے مشہور ریاضی داں اور سوپر تھرٹی (Super30) کے بانی آنند کمار نے گذشتہ پندرہ سالوں میں تقریباً چار سو طلبہ وطالبات کو آئی آئی ٹی میں داخلہ دلانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔آنند کمار نے ان طلبہ کو بغیر کوئی فیس لیے ہوئے اپنے گھر میں رکھ کر اور دن رات محنت کر کے کامیابی دلائی ہے۔آج وہ طلبہ دنیا کے ہر کونے میں کامیابی کی بلندیوں پر فائز ہیں۔آنند کمار کو ملک اور بیرون ملک میں کئی اعزاز سے نوازا جاچکا ہے، وہ ہر سال سماج کے کمزور طبقے کے تیس بچوں کو آئی آئی ٹی کی کوچنگ دیتے ہیں۔آئی اسکالر کے مینجنگ ڈائرکٹر کرنل آر پی نڈیلا کئی سالوں سے آنند کمار کے ساتھ مل کر ہندوستان میں تکنیکی تعلیم کے میدان میں انقلاب لانے کے لیے محنت کر رہے ہیں، ان دونوں کی کئی سالوں کی محنت کا نتیجہ آئی تھرٹی کورس (i30 Course) آئی آئی ٹی جے ای ای کی تیاری کر رہے ملک کے لاکھوں طلبہ آنند کمار کے ذریعہ بنائے گیے اس آئی تھرٹی کورس کا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔اس کورس کو آپ آن لائن اپنے اسمارٹ فون، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر یا ٹیبلیٹ میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔واضح ہو کہ جے ای ای میں ہر سال اوسطاً تیرہ لاکھ بچے شریک ہوتے ہیں جو الگ الگ سماجی ومعاشی بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ کورس انہیں طلبہ کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے، کورس میں میتھ، فزکس اور کمسٹری کا پورا سلیبس ڈالا گیا ہے، اس آن لائن کورس سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے طلبہ کو معمولی قیمت چکانی ہوگی، جس کے بعد وہ ایک سال تک اس کورس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔(دینک جاگرن)

راجیہ سبھا الیکشن میں بی جے پی کا دبدبہ یوپی میں دس میں سے نو سیٹیں حاصل

سات ریاستوں میں راجیہ سبھا کی ۲۶/سیٹوں کے لیے جمعہ کو ہوئی ووٹنگ میں بی جے پی کو سب سے زیادہ ۱۲ سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی، کانگریس کو پانچ، ترنمول کانگریس کو چار، جدیو (شرد یادو) کو ایک اور تیلنگانہ نیشنل کمیٹی کو تین سیٹیں ملیں۔قابل غور ہے کہ اس سترہ ریاستوں میں راجیہ سبھا کی ۵۹/سیٹیں خالی ہوئی تھیں، جن میں سے دس ریاستوں میں ۳۳/امیدوار پہلے ہی بغیر کسی اختلاف کے منتخب ہو چکے ہیں۔۲۶/سیٹوں کے لیے ووٹنگ ہوئی، جس میں اتر پردیش کی دس سیٹوں میں سے بی جے پی نے مرکزی وزیر خزانہ ارون جیٹلی سمیت نو سیٹوں پر قبضہ کرلیا، سماج وادی پارٹی کی صرف ایک امیدوار جیا بچن کامیاب ہو پائیں، اسمبلی میں بی جے پی کے ممبران کی تعداد کے اعتبار سے آٹھ سیٹیں کنفرم تھیں، لیکن اس نے نویں سیٹ بھی حزب مخالف سے چھین لی، ووٹنگ کے دوران کراس ووٹنگ کا بھی نظارہ دیکھا گیا۔بی ایس پی کے واحد امیدوار بھیم راو امبیڈکر جیت کے لیے ضروری ووٹ حاصل نہیں کر پائے بی ایس پی کے ایک ایم ایل انل سنگھ نے کراس ووٹنگ کرتے ہوئے بی جے پی کو ووٹ دے دیا۔چھتیس گڑھ میں بھی ۴۹/اسمبلی ممبران والی بی جے پی کو اکیاون ووٹ ملے، بی جے پی کے سروج پانڈے کو ۵۱/ووٹ سے کامیابی حاصل ہوئی، جھارکھنڈ میں بی جے اور کانگریس کو ایک ایک سیٹ پر کامیابی ملی۔یہاں بی جے پی کے سمیر اورانو اور کانگریس کے دھیرج ساہو نے جیت درج کی۔کیرل میں جدیو (شرد یادو) کے وریندر کمار جیتے، وریندر کمار نتیش کمار کے بی جے پی سے ہاتھ ملانے کی وجہ سے پارٹی سے مستعفی ہو کر شرد یادو کے خیمے میں چلے گیے تھے۔بنگال کی پانچ سیٹوں کے لیے ہوئے انتخاب میں ترنمول کانگریس کے چار امیدوار کامیاب ہوئے جبکہ کانگریس کے ایک امیدوار منو سنگھوی کامیاب ہوئے۔کرناٹک کی چار سیٹوں میں سے کانگریس کو تین اور بی جے پی کو ایک سیٹ حاصل ہوئی۔

سائنس وٹکنالوجی

سال 2017 کی منفرد ایجادات

محمد عمر اشرف

انسانی تاریخ میں ترقی کا سفر اس وقت شروع ہوا جب انسان نے پہلی دفعہ پہیہ ایجاد کیا، جس نے انسانوں کی بے پناہ مشکلات کو آسان سے آسان تر کر دیا اور پھر انسان نے ہر آنے والے دن میں کچھ نہ کچھ ایجاد کر کے اپنے اور آنے والی نسلوں کے لیے آسانیاں پیدا کیں اور ہر سال ایسی بے شمار ایجادات ہو رہی ہیں۔

مشاہدے کے مطابق سال 2017 بھی ٹیکنالوجی کے لحاظ سے ایک کامیاب سال ثابت ہوا ہے۔رواں سال ٹیکنالوجی کی دنیا میں اس وقت حیرت کا سماں برپا ہوا جب سعودی عرب نے ایک جدید طرز کا روبوٹ متعارف کروایا۔اسے ہانگ کانگ کی ایک روبوٹ بنانے والی کمپنی نے تیار کیا ہے نہ صرف تیار کیا ہے بلکہ اس کو سعودی شہریت بھی دی گئی ہے۔اس کو صوفیہ کا نام دیا گیا ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ اپنی طرز کا واحد روبوٹ ہے جس کو ملک کی شہریت دی گئی ہے۔صوفیہ نامی یہ روبوٹ نہ صرف بات کر سکتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے چہرے کے تاثرات سے اپنے دکھ اور خوشی کا اظہار بھی کر سکتی ہے۔سائنسدان اسے رواں سال کی ایک عظیم کامیابی قرار دے رہے ہیں۔سعودی حکومت مستقبل میں مزید ایسے جدید روبورٹس متعارف کروانے پر غور کر رہی ہے۔

سال 2017 کے شروع میں فیس بک کے بانی مارک زکر برگ نے بھی ایک جدید طرز کا سسٹم متعارف کروایا۔اسے Jarvis کا نام دیا گیا ہے۔یہ سسٹم گھریلو کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔علاوہ ازیں Jarvis ایک ایسا سسٹم ہے جس کو آپ بآسانی گھر یا دفتر میں نصب کر سکتے ہیں۔اس کے بعد سارے کام Jarvis خود انجام دے گا۔مثال کے طور پر اگر کوئی مہمان آئے یہ آپ کو اس کے متعلق اطلاع دے گا اور اگر آپ گھر پر موجود نہیں ہے تو یہ سسٹم اس مہمان کی تصویر کھینچ کر آپ کو بھیج دے گا۔ٹیلی ویژن آن کرنے سے لے کر گھر کی سیکیورٹی تک کی ذمہ داری نبھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کی خاص بات یہ ہے کہ فارغ اوقات میں یہ آپ سے گپ شپ بھی کر سکتا ہے۔

اس جدید دور میں ماحولیات کے حوالے سے بھی نت نئی ٹیکنالوجی متعارف ہوئی۔اس سلسلے میں ڈیلیف یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی نے ہوا کو صاف کرنے کے لیے ایک ٹاور تیار کیا ہے۔یہ سات میٹر یعنی تیئس فٹ لمبا ہے۔ماہرین کے مطابق اس میں نصب ٹیوبز گندی ہوا کو اپنے اندر جذب کر کے ایک خاص ٹیکنالوجی کے ذریعے آلودہ ہوا فلٹر کر کے باہر نکالتی ہے۔ایک اندازے کے مطابق سالانہ ستر لاکھ لوگ ہوا میں آلودگی کا شکار ہو کر اپنی جان کھو دیتے ہیں۔ مذکورہ ماہرین کے مطابق اس آلودہ ماحول میں ایسی ٹیکنالوجی انسانی جانوں کو بچانے میں اہم کردار ادا کرے گی۔فی الحال یہ ٹاور بیجنگ میں نصب کیے گئے ہیں۔یہ ٹاور ایک گھنٹے میں تیس ہزار کیوبک میٹر ہوا صاف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

آج کل موبائل فون میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی چیز کیمرا ہے۔اسی نکتے کو مدنظر رکھتے ہوئے جرمنی کی معروف موبائل کمپنی نے 2017ء میں 360 ڈگری سیلفی کیمرا متعارف کروایا۔یہ اپنی نوعیت کا انوکھا کیمرا ہے جو ایک وقت میں آپ کے ارد گرد یعنی ہر زاویے سے تصویر اور ویڈیو بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اسی طرح اسمارٹ فون کے ساتھ ساتھ اسمارٹ لائٹ بلب بھی متعارف کروایا جو کہ اس سال کی ایک منفرد ایجاد ہے۔یہ بلب امریکا کی ایک الیکٹرانک کمپنی نے تیار کیا ہے۔اس میں بلیوٹوتھ اور وائی فائی ٹیکنالوجی بھی شامل ہے۔آپ اپنے اسمارٹ فون میں ایک ایپ انسٹال کر کے بلب کو اپنے فون سے کنیکٹ کر سکتے ہیں اور اس ایپ کے ذریعے بلب کا رنگ بھی تبدیل کر سکتے ہیں۔علاوہ ازیں اس کی روشنی اپنی مرضی سے تیز یا ہلکی بھی کر سکتے ہیں۔اس کی قیمت 12 امریکی ڈالرز مقرر کی گئی ہے۔

رواں سال جون کے مہینے میں سویڈن کی ایک معروف کمپنی نے سائیکل چلانے والوں کے لئے ایک ایسا ہیلمٹ تیار کیا جو بظاہر تو نظر نہیں آتا لیکن کسی بھی حادثہ کی صورت میں آپ کے سر کو ہر طرح کی چوٹ سے محفوظ رکھتا ہے۔اس میں ایک ایسا ائیر بیگ استعمال کیا گیا ہے جو کہ حادثہ پیش آنے کی صورت میں کھل کر آپ کے سر کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتا ہے اور حادثہ پیش آنے کی صورت میں بہ خوبی حفاظت کرتا ہے۔مذکورہ کمپنی مستقبل میں یہ ٹیکنالوجی موٹر سائیکل میں استعمال ہونے والے ہیلمٹ میں بھی استعمال کرے گی۔

ستمبر 2017 میں ایک نجی کمپنی نے ایک اور کمپنی کے تعاون سے ایک ایسا سسٹم متعارف کروایا ہے، جس کی مدد سے آپ اپنے شاپنگ بل کی ادائیگی اپنے چہرے کی شناخت سے کروا سکتے ہیں۔یہ سسٹم اب تک صرف چین کے ایک ریستوران میں متعارف کیا گیا ہے۔اس کی بدولت نہ تو آپ کو اے ٹی ایم کارڈ استعمال کرنے کی ضرورت ہے نہ ہی نقد رقم کی۔

اس سسٹم کو استعمال کرنے کے لیے ایک مشین انسٹال کی گئی ہے۔ادائیگی کے وقت آپ صرف اس مشین کے سامنے جا کے کھڑے ہو جائیں اور وہ مشین اپنے اندر موجود ٹیکنالوجی کے ذریعے آپ کے چہرے کی شناخت کر کے آپ کے اکاؤنٹ میں سے بل ادا کر دے گی۔ماہرین کے مطابق یہ اے ٹی ایم سے بھی زیادہ آسان اور محفوظ ہے۔

ٹیکنالوجی کا وسیع ہوتا میدان اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ انسان بہت کچھ کر گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔دنیا میں ہر سال متعدد ایجادات متعارف کروائی جا رہی ہے، اگر دیکھا جائے تو آنے والے کچھ ہی سالوں میں ایسی ٹیکنالوجیز متعارف کروادی جائیں گی۔جن کے بارے میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

ہفتہ رفتہ　ہفتہ رفتہ　ہفتہ رفتہ　ہفتہ رفتہ　راشد العزیری ندوی

37 سال سے فرار قتل کا ملزم گرفتار، ایودھیا میں پجاری بن کر پولیس کو دے رہا تھا دھوکہ

قتل معاملے میں عمر قید کی سزا پا چکے سریش سنگھ ۳۷ سال سے فرار تھے اور ایودھیا میں مٹھ کے پجاری بنے ہوئے تھے۔راجدھانی پولیس نے چھاپہ ماری کر کے سریش سنگھ کو گرفتار کر لیا ہے بہٹا تھانہ حلقہ کے نیوری گاؤں کا باشندہ سوگن سنگھ کا قتل سال ۱۹۸۱ء میں گولی مار کر کیا گیا تھا۔اس معاملے مین نیوری گاؤں کے باشندہ سریش سنگھ کو پٹنہ ہائی کورٹ نے عمر قید کی سزا سنائی تھی۔اس کے بعد سریش سنگھ فرار ہو گیا۔جس پر پٹنہ ہائی کورٹ نے سریش سنگھ کو گرفتار کرنے کی ہدایت پٹنہ پولیس کو دی۔ایس ایس پی منو مہاراج نے سٹی ایس پی مغربی رویندر کی قیادت میں ٹیم تشکیل دی۔اس میں بہٹا انسپکٹر رنجیت کمار اور سوشانت کمار منڈل کو شامل کیا گیا تھا۔پولیس کی جانچ میں پتہ چلا کہ فرار سریش سنگھ اتر پردیش کے فیض آباد واقع ایودھیا مٹھ میں پجاری بن کر رہ رہا ہے۔حلیہ بھی سوامی جیسا تھا تا کہ پہچان نہیں ہو سکے۔پولیس ٹیم نے ایودھیا کے ساکیت بھون سے سریش سنگھ کو گرفتار کر لیا۔شروع میں سریش سنگھ نے پہچان چھپانے کی پوری کوشش کی۔لیکن پولیس کے سامنے وہ اپنی کوشش مین ناکام ہو گیا۔پولیس اسے گرفتار کر کے پٹنہ لائی ہے۔اس دوران پولیس کو یہ جانکاری بھی ملی کہ سریش سنگھ نے ایودھیا مٹھ کے ایک پجاری کو بھی اپنے لوگوں سے ایک ہفتہ قبل غائب کرا دیا ہے۔سال ۲۰۱۳ء مین بھی سریش سنگھ پر ایک ایف آئی آر درج ہے۔(پندار ۱۵؍مارچ ۲۰۱۸)

بہار کی 3 نئی یونیورسٹیوں کو ملے وائس چانسلر

بہار کی یونیورسٹیوں کے چانسلر اور گورنر بہار ستیہ پال ملک نے بہار مین تین نئی یونیورسٹیوں کے لئے وائس چانسلر اور پرو وائس چانسلر کی تقرری کے فیصلے کا اعلان کر دیا ہے۔جن تین یونیورسٹیوں میں یہ تقرریاں کی گئی ہیں، ان میں پاٹلی پترا یونیورسٹی، مونگیر یونیورسٹی اور پورنیہ یونیورسٹی شامل ہیں۔پاٹلی پترا یونیورسٹی کے لئے گلاب چند رام جیسوال کو وائس چانسلر، گریش کمار چودھری کو پرو وائس چانسلر مقرر کیا گیا ہے، مونگیر یونیورسٹی کے لئے پروفیسر رنجیت کمار ورما کو وائس چانسلر اور پروفیسر کسم کماری کو پرو وائس چانسلر بنایا گیا ہے۔پورنیہ یونیورسٹی کے لئے پروفیسر راجیش سنگھ کو وائس چانسلر اور پربھات کمار سنگھ کو پرو وائس چانسلر مقرر کیا گیا ہے۔اس سلسلے کا نوٹیفیکیشن راج بھون پٹنہ نے جاری کیا۔(تاثیر ۲۰؍مارچ ۲۰۱۸ء)

جرائم میں بہار کا 22 واں مقام

اطلاع وتعلقات عامہ محکمہ میں بہار کے ڈی جی پی اور داخلہ سکریٹری عامر سبحانی نے بہار مین جرائم کنٹرول پر سرکار کی حصولیابیاں بتائیں اور ان کا آنکڑا بھی پیش کیا۔ 2017 میں گرفتاری 2.22 ہزار 816 برآمد غیر قانونی آتشی اسلحہ 26 سو 26 ریگولر آتشی اسلحہ 43 کارتوس برآمد، 12537 مینی گن فیکٹری کا خلاصہ 46 دیگر جرائم 3054، آیوش ایکٹ 425 کل 5858 جرائم پیشوں کی تعداد۔کل سزا یافتہ 5858 جرائم پیشوں میں 11 جرائم پیشوں کو پھانسی کی سزا 1614 کو عمر قید کی سزا، 595 ویں جرائم پیشوں 10 اور 10 سے زیادہ سالوں کی سزا 1886 جرائم پیشوں کو 2 سال سے زیادہ اور 10 سے کم کی سزا اور 1752 جرائم پیشوں کو عدالت کے ذریعہ 2 سال سے کم کی سزا دی گئی ہے۔تعلقات عامہ اور پولس کی شبیہ میں اصلاح کے لئے پولس ہیلپ لائن نمبر 1873456999,8544428408 کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کرایا جا رہا ہے۔ان نمبروں پر حاصل شکایتوں کو رکارڈ میں درج کرا کر وقت کے اندر مسائل کا حل کرایا جا رہا ہے۔(تاثیر ۲۰؍مارچ ۲۰۱۸ء)

اقلیتی طلباء کو حکومت بہار سے وظیفہ

اقلیتی فلاح محکمہ نے اطلاع دی ہے کہ ریاست مین اقلیتوں کو تعلیم کے توسط سے مضبوط کرنے کے مقصد سے حکومت بہار نے نیا منصوبہ بنایا ہے۔اس میں مالی برس 2016-2017 میں جمع درخواستوں کو شامل کرتے ہوئے 2017-2018 اور اس کے آگے کے برسوں میں مرکزی اقلیتی پوسٹ میٹرک کوٹا اسکالرشپ منصوبے کے تحت مقررہ کوٹے کے مطابق وظیفہ پانے کے مستحق کو محروم کیے جانے کے بعد ریاستی منصوبے سے وظیفہ دیا جائے گا۔اس منصوبے کے تحت حال مین درخواست دینے والے اہل لیکن وظیفہ کے فائدے سے محروم طلبا کو ہی مستفیض کیا جائے گا۔یہ صد فیصد ریاستی منصوبہ ہے اور اسکالرشپ کی ادائیگی اقلیتی امور وزارت کی طئے شدہ شرح پر ہی کیا جائے گا۔اقلیتی امور وزارت سے موصولہ فہرست کے مطابق رقم کا اندازہ کر کے الاٹ رقم بہار ریاستی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن پٹنہ کو بھیجا جائے گا اور وہاں سے فہرست کی بنیاد پر مستفیضوں کے کھاتے میں آر ٹی جی ایس/این آئی ایف ٹی کے توسط سے منتقل کیا جائے گا۔(پندار ۱۵؍مارچ ۲۰۱۸)

بہار میں 5 فیصد بجلی ہوگی، نئی شرح 1 اپریل سے مؤثر ہوگی

بہار اسٹیٹ بجلی ریگولیٹری کمیشن نے SCST کے علاوہ تمام صارفین کے لئے موجودہ ٹیرف میں ۵؍فیصد کا اضافہ کیا ہے۔نئی قیمتوں میں اضافہ 1 اپریل سے مؤثر ہوگا۔کمیشن کے چیرمین نے کہا کہ بہار میں ہر گھر بجلی منصوبہ کو پورا کرنے میں خرچ ہو رہے رقم پر غور کر کے کمیشن نے یہ فیصلہ لیا ہے۔نئی شرح کے مطابق 100 یونٹ تک 40 پیسے کا اضافہ، 100 سے 200 تک 45 پیسے کا اضافہ اور 200 سے اوپر یونٹ پر 55 پیسہ بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔بجلی بل کے مقررہ چارج میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے، تمام سلیپوں میں اوسطا 5 فیصد اضافہ ہوا ہے، جبکہ صنعت میں یہ 9 فیصد ہے۔

(بقیہ: بابری مسجد)

بابری مسجد کا تالا: (۱) ۲۲۔۲۳/دسمبر ۱۹۴۹ء کی درمیانی سرد رات 50 تا 60 افراد نے دیوار پھاند کر عین محراب ومنبر میں مورتیاں رکھ دیں اس سے قبل مسلمان رات عشاء کی نماز ادا کر کے واپس اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ جب نماز فجر کو واپس آئے تو انہوں نے مورتیاں رکھی پائیں۔ (Sub Inspector Ramdube's FIR) ۲۳/دسمبر ۱۹۴۹ء ضلع مجسٹریٹ کے کے نائیر اور پولس کی ملی بھگت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسجد کو تالہ ڈال دیا گیا۔ کے کے نائیر بعد میں جن سنگھ کے ٹکٹ سے چناؤ میں جیت کر بھی آئے یوں ان کی محنت کا صلہ انہیں مل گیا۔ بعد میں ایک پرائیوٹ رٹ کے ذریعے عدالت سے یہ حکم حاصل کیا گیا؛ کیونکہ رام للا کی پوجا ہوتے رہنا ضروری ہے، اسے خالی نہیں رکھا جاسکتا؛ اس لئے ایک پجاری کا اہتمام کیا گیا، جو 1949ء سے 1986ء تک ہر روز مسجد میں جا کر مورتیوں کی پوجا کرتا رہا۔ دوسرا حکم عدالت نے یہ دیا کہ مسلمانوں کو 200 گز کے حدود میں آنا ممنوع قرار دیا۔ 1986ء کے بعد تو عام پوجا کا ماحول بنایا گیا۔ (۲) حق ملکیت کی سنوائی الہٰ آباد ہائی کورٹ کے تحت چل رہی تھی لیکن ضلع کورٹ نے یکم فروری 1986ء کو تالہ کھولنے کا حکم صادر کر دیا۔ یوں اپرّ کورٹ میں کیس چلتے ہوئے لور کورٹ نے فیصلہ سنایا۔ فیصلہ 4/بجکر 45 منٹ شام سنایا گیا اور 5/بجے تالہ کھول دیا گیا۔ دوردرشن، ریڈیو اور میڈیا کی بھاری موجودگی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فیصلہ کے مثبت ہونے کا یقین پہلے سے ہی تھا اور اتنا یقین تھا کہ سنٹرل فورسیس کی کئی ٹکڑیوں کے درمیان صرف 15 تا 17 منٹ کے اندر فیصلے کا نفاذ کر دیا گیا اور اس کو پوری دنیا میں دکھایا گیا۔ (۳) 1984ء شاہ بانو کیس میں حکومت نے مسلمانوں کے اجتماع کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ اب ہندوؤں کو اطمینان دلانا ضروری تھا۔ اس لئے بابری مسجد کا تالہ کھولا گیا۔ تالہ لگاتے وقت نانا پنڈت نہرو وزیرِ اعظم تھے اور تالہ کھولتے وقت نواسے راجیو گاندھی۔

شیلا نیاس 1989ء: نومبر 1989ء ہائی کورٹ نے بابری مسجد اور اس کے اطراف کی جگہ کو جوں کا توں رکھنے کا حکم صادر کیا تھا۔ لیکن اسی جگہ رام جنم استھان مندر کی استھاپنا کے لئے شیلا نیاس کیا گیا۔ گویا مندر کا Foundation Stone رکھ دیا گیا اس شیلا نیاس میں ملک بھر کے سادھوں اور سنتوں کی آمد کو متوقع بنایا گیا گویا یہ سب ایک ایجنڈے پر متفق ہو گئے ہوں۔

رتھ یاترا 1990ء: (۱) بی جے پی کے قومی لیڈر ایل کے اڈوانی کی سرکردگی میں سومناتھ سے ایودھیا تک رتھ یاترا کا پروگرام بنایا گیا۔ اس یاترا میں ملک کے تمام اہم مقامات کو ٹچ کیا گیا۔ ملک کی فرقہ وارانہ اکائیوں میں ابال پیدا کیا گیا کہ اور الزام لگایا گیا کہ مسلمان غیر ملکی ہیں۔ انہوں نے ہماری تہذیب کو پامال کیا، مندروں کو مسجدوں میں تبدیل کیا۔ بے بنیاد داستانیں چٹپٹے انداز میں سنائی جاتی رہیں۔ اس کے ذریعہ ایک ہیجان پیدا کیا گیا۔ ساری دنیا سے اینٹوں کو جمع کیا گیا۔ بعض لوگوں نے سونے اور چاندی کی اینٹیں بھی مندر کو دان کیں۔ اربوں روپیوں کی جمع پونجی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔

(۲) 23/اکتوبر 1990ء کو سمستی پور بہار میں لالو پرساد یادو کی حکومت نے رتھ یاترا کو روک کر اڈوانی کو گرفتار کیا، ایودھیا میں کارسیوکوں نے مسجد پر دھاوا بول دیا۔ ملائم سنگھ کی انتظامیہ نے گولی چلائی اس میں کئی کارسیوک ہلاک ہوئے تشدد وفساد کے نئے دور کا آغاز ہوا۔

(۳) اکتوبر 1991ء کو بی جے پی کی یوپی سرکار نے بابری مسجد کی 2.77 ایکڑ زمین کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ نومبر میں سپریم کورٹ نے مسجد اور اس کے اطراف زمین کو جوں کا توں رکھنے کا حکم دیا۔ یوپی کی حکومت (بی جے پی) نے بھی کورٹ کے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا اور حلف نامہ داخل کیا۔

1992ء میں اطراف کی زمین پر تعمیراتی کاموں کا آغاز کیا گیا عدالت عالیہ کے بار بار احکامات کے باوجود تعمیراتی کاموں میں کمی نہ آئی۔ نومبر 1992ء کے آواخر اور دسمبر 1992ء کے ابتدائی دنوں میں بابری مسجد پر حملہ اور اس کو ڈھانے کی ریہرسل کی جاتی رہی۔ حکومت (مرکزی) کو خفیہ رپورٹیں ملتی رہی لیکن بابری مسجد پر تمام کی ساجھے داری بالکل عیاں تھی۔

شہادت مسجد 1992ء: 6/دسمبر 1992ء ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے انتہائی کرب ناک کے ساتھ شرم ناک دن تھا جس میں لاکھوں کارسیوکوں نے 5/گھنٹوں میں اپنی جنونی اور (نام نہاد) رواداری کی تعلیمات کے علی الرّغم ایک عبادت گاہ کو ڈھا دیا۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی امین، ان کے سجدوں کی رازداں بابری مسجد کروڑوں آنکھوں کے سامنے ڈھا دی گئی۔ ہندو جنونیوں کے اس اقدام کو تمام ہندو عوام کی خموشی نے سراہا۔ یہ یک طرفہ معرکہ تھا، مسلمانوں سے دو بدو مقابلے میں کامیابی کے بعد اگر وہ مسجد کو نقصان پہنچاتے تو بہادری اور شجاعت کے دعوے صحیح ہوتے لیکن لاکھوں کا اجتماع، پولیس کو دم سادھے کھڑے رہنے کا حکم، مسلمانوں کی ایودھیا آنے پر پابندی۔ سنٹرل فورسیس کی مجرمانہ خموشی اور یک طرفہ دھمال چوکڑی۔ کیا کسی کامیابی پر اترانے کا موقع دے سکتی ہے۔ شاید واقعی بہادر اسے بزدلی کہیں۔

بی جے پی کے صف اول کے قائدین عوام کو اشتعال دلا رہے تھے۔ بالخصوص اوما بھارتی، مرلی منوہر جوشی، ایل کے اڈوانی کی موجودگی نے بظاہر بابری مسجد کو شہید کیا اور بباطن نرسمہا راؤ، شنکر راؤ چوہان اور RSS کی فرقہ پرست ذہنیت رکھنے والے لوگوں نے کام کیا۔ انتظامیہ میں کتنے لوگ کارسیوکوں کے ہمدرد رہے ہیں اس کی فہرست مرتب نہیں ہوئی ہے۔ مارک ٹیلی نمائندہ بی بی سی کا آنکھوں دیکھا حال یہ بتلاتا ہے کہ

لاؤ کہ قتل نامہ ذرا میں بھی دیکھ لوں — کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

سب شریک کار بس اوپر آسمان اور نیچے زمین کے سوا۔ شاید ہی کوئی مسلمانوں کا ہمدرد وغم خوار رہا ہو۔ غیر مسلموں کی اکثریت خموش تماشائی بنی رہی گویا زبان حال سے وہ کارسیوا کی طرفدار اور وی ایچ پی، RSS اور BJP کے جھنڈوں کے علمبردار رہو۔

پورے ملک میں فساد: ۶ دسمبر ۹۲ء صرف ایودھیا میں بابری مسجد کو شہید نہیں کیا گیا بلکہ اس شہر کی ۲۳ مساجد مسمار کر دی گئیں۔ فسادات کی لہر نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ راجدھانی دہلی، گجرات، یوپی، مہاراشٹرا، تمل ناڈو، کرالہ، بنگال، کرناٹک، آندھرا پردیش، آسام راجستھان، ایم پی کونسی ریاست ہے جہاں معصوموں کا خون بے دردی سے بہایا نہ گیا ہو۔ سرکاری اعداد و شمار تو کل ہند سطح پر ۱۵۰۰/ سے زائد نہیں جاتے لیکن غیر سرکاری اعداد و شمار ۶۰۰۰/ہزار سے زائد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ صرف ایودھیا میں کارسیوکوں نے ۱۵/مسلمانوں کا قتل کیا۔ پولس کی گولیوں سے مرنے والوں کی تعداد تو الگ ہی بتائی جاتی ہے۔

☆ مرکزی حکومت نے یوپی حکومت کو برخاست کیا اور سپریم کورٹ نے ۷/دسمبر ۱۹۹۲ء کی حیثیت پر اسٹے دیا۔ جب کہ ۶/دسمبر ۹۲ء کی حیثیت پر اسٹے ملنا چاہیے تھا جہاں صرف بابری مسجد کا کھنڈر تھا۔ دوسرے دن رام للا کی مورتیاں رکھی گئیں اس حیثیت کو سپریم کورٹ نے اسٹے کے لیے مناسب سمجھا۔

☆ مرکزی حکومت نے دوسرا کارنامہ یہ انجام دیا کہ لبراہن کمیشن آف انکوائری نامزد کیا جس کے ذمہ واقعات کی تفصیل اور قصورواروں کی تحقیق تھی لیکن ۱۷/سال بعد اس کی Findings کی وہ بھی ایسی کہ وہ اگر کچھ نہ بولتے تو اچھا تھا۔ ایل کے اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی سمیت ۱۹/ قائدین بی جے پی پر FIR کاٹی گئی لیکن اس کا انجام بھی بھاگ کے تین پات نکلا۔

تیسرا کام مرکزی حکومت کا یہ رہا کہ حق ملکیت کے مقدمہ کو تیزی سے حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ سادھو سنتوں اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی، رابطہ کمیٹی، پرسنل لاء بورڈ کے قائدین سے مذاکرات کراتی رہی۔ جس کا انجام ہر میٹ کے بعد منفی ہی رہا۔ وشو ہندو پریشد اپنے موقف پر ڈٹی رہی تو پرسنل لاء بورڈ کے قائدین اپنے شرعی، اخلاقی قانونی موقف پر ڈٹے رہے۔ وشو ہندو پریشد اور ان کے حواریوں کے ذریعے بڑے پیمانے پر کچھ مسلم قائدین کی دل جوئی بھی کی گئی لیکن وقت کے چلتے امت نے ان کے نفاق کا احتساب بھی جاری رکھا۔ بابری کبھی کسی کے حوالے کبھی کسی کے بیان کے حوالے، کبھی پوجا پاٹ میں سہولت کے حوالے سے، اخبارات میں اپنی جگہ بناتی رہی۔ لیکن امت کے دلوں میں شعائر اسلام کے احترام کے حیثیت سے دھیرے دھیرے ماند پڑ گئی۔ سال میں ۶/دسمبر ملک میں چند شہروں میں یاد کیا جاتا رہا اور وہیں پر احتجاجی جلسے، ریلیاں پوسٹر وغیرہ سے وہ اپنی جھلک دکھلاتی رہی۔ ورنہ عمومی رویہ اسے بھول جانے کا ہی رہا ہے۔

ہائی کورٹ کا فیصلہ: اچانک ۲۰۱۰ء الہ آباد کی لکھنؤ بنچ نے حق ملکیت والے مقدمہ میں بابری مسجد زمین کو تین حصوں میں تقسیم کر دینے کا فیصلہ دیا۔ مقدمہ حق ملکیت کا تھا اور فیصلہ تقسیم کا ہوا۔ وقت کے قانونی ماہرین نے اس پر بڑے تبصرے اور تنقیدیں کیں، جن میں راجندر سچر، راجیو دھون، اے جی نورانی شامل ہیں۔ الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ بندر بانٹ فیصلہ تھا جس کی وجہ سے دستوری وآئینی حیثیت متاثر ہوتی ہے۔

مسلمان اس فیصلے کی امید نہیں کر رہے تھے انہوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ یہ معاملہ سپریم کورٹ میں چل رہا ہے۔ چند مہینے ہوئے ہیں الہ آباد ہائی کورٹ سے فیصلے کی نقول سپریم کورٹ دہلی پہنچی ہیں۔

الہ آباد کے فیصلے نے بابری مسجد معاملہ پر جو اثرات ڈالے ہیں وہ کچھ یوں ہیں:

(۱) آستھا قانون کی بنیاد بن سکتی ہے اور عدالتوں کو متاثر کر سکتی ہے۔ (۲) بابری مسجد کے انہدام کو جائز ٹھرایا جاسکتا ہے۔ (۳) کسی بھی عبادت گاہ کو آستھا کے نام پر قرق کیا جاسکتا ہے۔

اس دوران مئی ۲۰۱۴ء میں مرکزی حکومت کی تبدیلی نے فرقہ پرستوں کے حوصلوں کو جلا بخشی ہے۔ جارح تہذیبی یلغار کے ذریعہ تعلیم، کھان پان، تاریخ، معبد خانے اپنی سوچ اور فکر کے مطابق تیار کیے جارہے ہیں۔ چاہے اس کی زد کسی پر بھی پڑتی ہو۔ قدیم مساجد کو منادر بتلایا جارہا ہے، نئی تاریخ تحریر کی جارہی ہے، نئی تعلیمی پالیسی بنائی جارہی ہے جس میں وندے ماترم، یوگا، سوریہ نمسکار، گیتا پاٹھ، سنسکرت زبان ضروری قرار دی جارہی ہے۔ گھر واپسی، اسلام مکت بھارت، ذبیحہ پر پابندی یہ کچھ اقدامات ہیں جو ارباب اقتدار اپنی سطح سے کر رہے ہیں۔ وہیں بابری مسجد کی جگہ وراٹ مندر کا ایسا خواب ہے جس کی تعبیر وہ اسی حکومت کے دوران دیکھنا چاہتے ہیں۔

بات چیت:

اس دوران خبریں مل رہی ہیں کہ شری شری روی شنکر کسی خاص مشن کے تحت مسلم رہنماؤں اور غیر مسلم لیڈروں سے مل رہے ہیں۔ قیاسات بتلا رہے ہیں کہ بابری مسجد پر کوئی ساجھا سمجھوتہ ہو جائے، لیکن مسلم رہنماؤں نے صاف منع کر دیا ہے کہ بات چیت سے حاصل کچھ نہیں۔ لیکن بعض ضمیر فروش ایسے ہیں جو بابری مسجد کو لکھنؤ میں Shift کرنا چاہتے ہیں اور بابری مسجد کی جگہ مندر کے حق میں ہے جن کی سربراہی شیعہ وقف بورڈ کے چیرمین رضوی صاحب کر رہے ہیں۔ اس سے قبل 3/مرتبہ بات چیت ناکام ہو چکی ہے۔

سرکاری زبانیں:

بعض زعفرانی قیادتیں بالخصوص وزراء اور سبرامنیم سوامی بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ مندر اگلی دیوالی سے قبل تیار ہو جائیگا۔ ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں ہیں بس کارسیوا کی شروعات باقی ہے۔ جب کہ کیس سپریم کورٹ میں پڑا ہے۔ گویا ذہنی طور پر غیر مسلم سماج مندر کے نرمان کے لئے متحد اور تیار بیٹھا ہے۔ جب کہ مسلم قیادت فیصلہ کا انتظار کر رہی ہے کہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔ اگر خدانخواستہ فیصلہ ہمیشہ کی طرح ہمارے خلاف ہو جائے تو کیا بنے گا۔ مسلمانوں کے مارل کا کیا ہوگا۔ مسلمانوں کے حق میں فیصلہ آنے پر اور ان کے خلاف آنے پر کیا ہم نے حالات کی سنگینی کا اندازہ کر لیا ہے۔ کیسے حالات ہوں گے اور ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ ہماری قیادتوں کو سر جوڑ کر اپنے اختلافات کو بھول کر سنجیدگی سے آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ورنہ طلاقِ ثلاثہ کا سپریم کورٹ طمانچہ مسلمانوں کے شرعی چہرے پر مارا گیا ہے اور ہم تلملا بھی نہ پائے۔

ہماری شرعی ذمہ داری ہے کہ ہم بابری مسجد پر اپنی کوتاہیوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اس کے حصول کے لیے سنجیدہ آغاز کریں۔ اگر نہ ہو سکے تو اپنی نسلوں کو یہ Task یا مشن ٹرانسمٹ کر جائیں۔

ہمارے لیے لائحہ عمل:

(۱) بابری مسجد کو کبھی نہ بھولیں۔ ۶ دسمبر سیاہ دن کی حیثیت سے منایا جاتا رہے۔ نیز مساجد کے تقاضوں کو پورا کیا جاتا رہے۔ (۲) اپنے بچوں اور نسلوں کو واقعات کی ترتیب وار تعلیم دیں۔ (۳) سپریم کورٹ کے فیصلے کو پوری قوت سے لڑا جائے۔ (۴) ایودھیا کی تاریخ اور دوسروں کے داوؤں کی حقیقت غیر مسلم بھائیوں کو بھی سمجھائی جاتی رہے۔ (۵) تاریخی، قانونی، عدالتی، اوقافی، تعمیراتی، آثار قدیمہ کی تحقیقاتی معلومات عوام میں زیادہ سے زیادہ عام کی جائیں۔ سمپوزیم، سمینار، جلسے، اجلاس، دھرنے، اجتماع، ریلیاں، کنونشن، کئے جائیں۔ (۶) مل جل کر اتحاد و اتفاق کے ساتھ یہ عہد کریں کہ ہم اپنی مرضی سے بابری مسجد کو نہیں دے سکتے کجا کہ شرک کے لیے دیں۔ کیوں کہ ہمارا موقف ہے جو ایک مرتبہ مسجد ہو جائے وہ قیامت تک مسجد ہوتی ہے۔ (۷) دعا کرتے رہیں کہ الہ العالمین ہمیں اس موقف میں لائے کہ ہم اسے دوبارہ حاصل کر سکیں۔ آمین

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

دین اور ملک کی حفاظت کے لئے مسلمان ہر قربانی دینے کو تیار (مولانا شبلی قاسمی)

دین اسلام فطری مذہب ہے، جو انسانی تقاضوں، ضرورتوں اور مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنایا ہوا دستور حیات ہے، اور وہ قرآن کریم اور احادیث نبویؐ کی شکل میں محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ اس قانون میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کا خیال کیا ہے، انسانوں، اور حکمرانوں کے ذریعہ بنائے گئے قوانین اور اسلامی قوانین میں یہ فرق ہے کہ انسانوں اور حکمرانوں کے سامنے ماضی کے تجربات تو ہوتے ہیں، لیکن مستقبل کا علم انہیں حاصل نہیں، جس کی وجہ سے انسانوں کے ذریعہ بنایا ہوا قانو کچھ ہی دنوں کے بعد غیر مفید اور کبھی نقصان دہ ثابت ہوجاتا ہے، اور اسلامی قوانین کے مدون اور بنانے والے چونکہ اللہ تعالیٰ ہیں، جن کا علم ماضی، حال اور مستقبل سب کو محیط ہے، اس لئے اسلامی قانون کی افادیت پر ہر زمانہ میں مسلم رہیگی، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی کنوینر وفود کمیٹی برائے دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس، جموئی کی مشہور آبادی آڑھا کی جامع مسجد میں مختلف علاقوں کی نمائندہ شخصیات سے بعد نماز مغرب بروز جمعہ کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جوں جوں لوگوں کے علم میں اضافہ ہورہا ہے، لوگ سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں، اسلام کی حقانیت، صداقت اور ضرورت کا احساس بھی انہیں خوب ہورہا ہے، اگر دنیا عصبیت کی شکار نہ ہو، دنیا کا تعلیم یافتہ اور باشعور انسان ضرور اسلام قبول کرلے، مگر افسوس کہ عصبیت اور اسلام دشمنی کے نتیجہ میں کہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بجائے اسلام پر اعتراض اور اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہیں، خود ہمارا ملک اس عصبیت کا شکار ہے، اس ملک کے حکمراں مسلمانوں پر اسلام مخالف قانون مسلط کرنے کی ناپاک سازش رچ رہے ہیں، آپ نے دیکھا کہ ملک کی پارلیامنٹ سے اسلام مخالف قانون بنا کر گویا مسلمانوں کو اسلام کے مسلمہ قانون طلاق کو چھوڑ دینے اور حکومت کے ذریعے بناء گئے قانون کو سامنے مجبور کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جسے نہ مسلمان مرد اور مسلم خواتین نے یکسر مسترد کردیا ہے اور حکومت کے فیصلے کے خلاف سینہ سپر ہوگئے کہ اسلام مخالف بل واپس لو، ہم قرآن اور اپنی شریعت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتے، اس ملک کے مسلمانوں کو ہراساں کیا جارہا ہے، ان کے حقوق سے انہیں پلاننگ کے تحت محروم کیا جارہا ہے، مسلم نوجوانوں کو پست ہمت بنانے کے لئے اور ان کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے جیل کی سلاخوں میں بھیجا جارہا ہے، سرکاری ملازمتوں میں ہمارا تناسب منظّم سازش کے تحت ختم یا کم کردیا گیا، مسلم ادارے حکومت کی بدنظری کا شکار ہیں، مدارس مساجد کے اسلامی کردار کو ختم کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کا الزام لگا کر بند کردینے حکومتی کوشش جاری ہے، بھلا ان ناانصافیوں کو کب تک برداشت کیا جاسکتا ہے، کیا مسلمان اسلام کے خلاف کسی قانون کو تسلیم کرسکتے ہیں، ہرگز نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مرد آہن، اپنی غیبی نصرت وامداد سے نواز کر ملی قائد بنایا، اس حوصلہ مند بے باک جری اور عمیق بصیرت رکھنے والی شخصیت کا نام مفکر اسلام مولانا سید محمد ولی رحمانی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ ہے، حضرت نے ظلم کے خلاف ناانصافی اور شریعت میں مداخلت کے خلاف مسلمانوں کو متحد کرنے، ان میں حوصلہ ہمت پیدا کرنے اور اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے دین بچاؤ دیش بچاؤ کا نعرہ دیا ہے، یہ ایسی تحریک ہے جو ملک کے کونے کونے تک پہونچائی جائیگی، جس کی ابتداء حضرت نے پٹنہ کے تاریخی گاندھی میدان پٹنہ سے ۱۵/اپریل کو کرنے کا اعلان کردیا ہے، ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم پٹنہ گاندھی میدان پہونچ کر اس کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور ایسا ہندوستان بنائیں جس میں امن وانصاف، اخوت وہمدردی اور مساوات کا بول بالا ہو، ملک محفوظ ہو، اور ملک کے تمام شہری اور مذہب بھی محفوظ رہیں۔ اس موقع سے مولانا مجیب الرحمٰن بھاگل پوری معاون قاضی امارت شرعیہ تلاوت کلام پاک اور نعت شریف کیا، اور کانفرنس کی افادیت لوگوں کے سامنے رکھی، نشست کو منظّم اور مفید بنانے کے لئے قاضی شریعت مولانا افتخار احمد نے علاقائی علماء، ائمہ اور سماجی لوگوں کو لیکر قابل قدر کوشش کی، نشست میں لوگوں کو پہلی فرصت میں گاڑی بک کرنائے کی تاکید کی گئی، بلاک اور گاؤں کی سطح پر فعال کمیٹی تشکیل پائی جو ابھی سے کانفرنس کو کامیاب بنانے میں منہمک ہوجائیں گے، موجود ہزاروں لوگوں نے کانفرنس میں شرکت کرنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

کانفرنس کا بے صبری سے انتظار عوام کا جوش وجذبہ قابل رشک: سہیل اختر قاسمی

بہار وجھارکھنڈ کے وفود کمیٹی کی رپورٹ سے دین بچائو دیش بچائو کانفرنس آفس کا حوصلہ بلند

دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی جارہی ہے، اس کانفرنس کے تعلق سے عوام کا جوش وجذبہ قابل دید ہے، عوام کا بے تحاشہ اشتیاق اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ وہ اس کانفرنس کے تعلق سے پر جوش ہیں، ان کی دلی خواہش کے مطابق کانفرنس کا انعقاد ہورہا ہے، پورے بہار اور جھارکھنڈ میں موجود امارت شرعیہ کے ذمہ دار اور وفود کمیٹی سے جب دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس آفس انچارج مفتی سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ کا رابطہ ہوا، تو بڑی خوش آئند رپورٹیں موصول ہوئیں۔ مولانا محمد شاہد قاسمی قاضی شریعت دھنباد نے اطلاع دی کہ پورے دھنباد شہر کی عوام بڑی بے چینی سے ۱۵/اپریل کا انتظار کررہی ہے اور بڑی تعداد میں عوام کی گاندھی میدان کی کانفرنس میں شرکت ہوگی۔ انہوں نے بتلایا کہ یہ شرکت بلاتفریق مسلک ومشرب ہے، دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کا دفتر اس اطلاع پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھتا ہے کہ حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی کا فیصلہ واقعتاً اس ملک کو ایک نئی سمت عطا کرے گا، اور پوری مسلم امہ کو ایک ڈور سے باندھنے کی کوشش کرے گا۔ گوپال گنج میں وفد امارت شرعیہ کے ذمہ دار نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی کی رپورٹ کے مطابق گوپال گنج میں کئی مقامات پر میٹنگ ہوئی، کمیٹیوں کی تشکیل شہر گوپال گنج، لچھوار نارائن پور، پانکو پالی، برندابن اور بتھان میں ہوئی۔ مولانا کی رپورٹ سے بھی پوری طرح یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گوپال گنج کے مسلمانوں میں اس کانفرنس کے تعلق سے جوش وولولے ابل رہے ہیں، اور انہیں اس امر کا یقین ہے کہ گاندھی میدان کی اس کانفرنس سے ہندوستانی مسلمانوں کو عظیم پیغامات دئے جائیں گے۔ جس سے ملک کی فرقہ پرست طاقتوں اور ملک کو توڑنے والی قوتوں کے حوصلے پست ہوں گے اور مسلمانوں اور دلتوں پر جو ظلم وزیادتی ہورہی ہے، اس پر یہ کانفرنس مرہم رکھنے کا کام کرے گی۔ وہاں کی رپورٹ ہے کہ بے شمار چھوٹی بڑی گاڑیوں اور ٹرینوں سے گاندھی میدان کے چپے چپے کو بھر دیا جائے گا۔ ڈہری اون سون میں گئے وفد کے ذمہ دار نائب ناظم امارت شرعیہ مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کی رپورٹ ہے کہ شہر ڈہری اون سون میں بھی دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس کی تیاری شباب پر ہے، جامعہ فلاح دارین ڈہری اون سون میں اس کانفرنس کی کامیاب بنانے کے سلسلہ میں میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں کمیٹیاں بنائی گئیں، اس میٹنگ کے شرکاء افراد کے تاثرات سے بھی دین بچاؤ دیش بچاؤ کانفرنس آفس کا حوصلہ بلند ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ ۱۵/اپریل کو نہ صرف یہ کہ گاندھی میدان بلکہ پورے پٹنہ میں اپنے مذہب، اپنی شریعت اور اپنے ملک سے محبت کرنے والوں کا زبردست ہجوم ہوگا۔ سہرسہ وفد کے ذمہ دار مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی مفتی امارت شرعیہ اور مولانا مفتی انظار عالم قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ کی رپورٹ ہے کہ پورا ضلع سہرسہ گاندھی میدان کے لئے پابہ رکاب ہے۔ سہرسہ کے عوام کی خواہش بھی قابل دید ہے اور ان کے دل اس کانفرنس کی محبت میں دھڑک رہے ہیں، اور ان کی زبان اللہ رب العزت سے یہ دعا مانگ رہی ہے کہ اے اللہ اس کانفرنس کو نہ صرف یہ کہ تو کامیاب بنادے بلکہ اس کانفرنس کو ہندوستانیوں کے لئے ایک تاریخ بنادے۔ دربھنگہ دیہی علاقہ میں گئے وفد کے ذمہ دار مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ نے نرسرا دربھنگہ سے دفتر دین بچاؤ دیش بچاؤ کو رپورٹ دی ہے کہ پورا دیہی علاقہ دربھنگہ میں عوام الناس کے جذبات قابل رشک ہیں، اور یہاں کی عوام گاندھی میدان جانے کے لئے ابھی سے بے چین ہے، چھپرہ سے مولانا رضوان احمد ندوی نے بتایا کہ شہر اور مضافات سے بڑی تعداد میں ۱۵/اپریل کو لوگ حضرت امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر مکمل عمل کرتے ہوئے بڑی تعداد میں لوگوں کی شرکت ہوگی، اس دن گاندھی میدان کا نظارہ ہی کچھ اور ہوگا۔ مولانا قمر انیس قاسمی رئیس المبلغین امارت شرعیہ نے رپورٹ دی ہے کہ شہر اورنگ آباد اور اس کے مضافات کے مسلمان بڑی بے صبری سے گاندھی میدان کی تاریخ کا انتظار کررہے ہیں، لوگوں میں اس بات کی خوش ہے کہ کانفرنس کی تاریخ وقت کی آواز ہے اور یہ آواز پورے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک کلمہ کے تحت جمع کرنے میں اہم رول ادا کرے گی۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے قیام کا مقصد تحفظ شریعت اور اتحاد ملت ہے مولانا عمرین محفوظ رحمانی

گذشتہ تین دنوں میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے بینر تلے ممبئی اور اس کے مضافات میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے کئی اہم پروگرام ہوئے، مورخہ ۱۶/مارچ بروز جمعہ بعد نماز عصر صابوصدیق مسافرخانہ ممبئی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے دفتر کا افتتاح ہوا، اس مبارک موقع پر بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا فضل الرحیم مجددی نے صابوصدیق مسافرخانہ کے ذمہ داران اور ممبئی کے ارکان بورڈ کا شکریہ ادا کیا اور اس اقدام کو خوش آئند قرار دیا، اور یہ امید ظاہر کی کہ بورڈ کا یہ دفتر نہ صرف ممبئی بلکہ پورے صوبے کے لیے بورڈ کے کاموں کا مرکز بنے گا، افتتاحی تقریب میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی نیز ارکان بورڈ مولانا محمود دریابادی، الحاج فرید شیخ مفتی سعید الرحمٰن فاروقی، مولانا سید اطہر علی اشرفی، مولانا نظام الدین فخر الدین، ڈاکٹر ظہیر قاضی، اور صابوصدیق مسافرخانہ کے چیئرمن الحاج بشیر پٹیل صاحب موجود تھے۔ بعد نماز مغرب صابوصدیق مسافرخانے ہی میں ایک اہم مشورتی نشست منعقد ہوئی، جس میں ممبئی کے مختلف علاقوں کے سرکردہ علماء اور سماجی کارکنان نے شرکت کی، اس موقع پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی نے فرمایا کہ طلاق ثلاثہ بل شریعت اسلامی اور آئین ہند سے متصادم ہے، اور یہ عورتوں اور انسانیت دونوں کے خلاف ہے، اس بل کا نقصان یہ ہوگا کہ مسلمان شوہروں کو جیل میں ڈال دیا جائے گا اور مسلمان عورتیں بے سہارا ہوجائیں گی اور انہیں پولس اسٹیشن اور کورٹ کے چکر لگانے پڑیں گے، انہوں نے بورڈ کی مختصر تاریخ اور اس کے قیام کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ بورڈ کے قیام کا مقصد تحفظ شریعت اور اتحاد وملت ہے بورڈ نے ان دونوں محاذوں پر بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اس مشورتی نشست کی صدارت مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب نے فرمائی، اور خواتین کی ریلی سے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کی، ان کے خطاب کے بعد خواتین کی ریلی سے متعلق مشورہ ہوا، اور ضروری امور طے پائے۔ مورخہ ۱۷/مارچ کو میرا روڈ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی جانب سے دار القضاء کے قیام کے سلسلے میں بعد نماز ظہر خواص کی ایک اہم نشست ہوئی، جس میں بورڈ کے رکن عاملہ وکنوینر دار القضاء کمیٹی حضرت مولانا عتیق احمد بستوی اور بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی نے خطاب فرمایا۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے دار القضاء کے نظام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کے سب سے پہلے قاضی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے پھر آپ کے بعد صحابہ اور ان کے بعد تابعین نے یہ ذمہ داری انجام دی، یہ ایک ایسی سنت ہے جس کا اتباع ہر دور میں کیا جاتا رہا ہے، دار القضاء اسلامی معاشرے کی اہم ترین ضرورت ہے، اور اس کے بڑے فوائد اور برکات ہیں۔

اسی دن بعد نماز مغرب این ایچ اسکول کے گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا جس میں ہزاروں مردوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عتیق احمد بستوی نے فرمائی، اور بورڈ کے سکریٹری حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی کا کلیدی خطاب ہوا، دیگر مقررین میں مولانا عبدالسلام سلفی (امیر جمعیت اہلحدیث، مہاراشٹر) مولانا ظہیر عباس رضوی (صدر شیعہ علماء بورڈ) جناب فاروق بھائی مٹھائی والا (اہل سنت والجماعت) مولانا محمود دریابادی، جناب ایڈوکیٹ یوسف حاتم مچھالا صاحب، جناب توفیق اسلم صاحب (جماعت اسلامی) بطور خاص لائق ذکر ہیں، اجلاس کے آخر میں صدارتی خطاب پیش کرتے ہوئے مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے فرمایا کہ دار القضاء کے ذریعے انصاف جلد اور بآسانی مل جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر دار القضاء میں غیر مسلم بھائی بھی اپنا مقدمہ لے کر آتے ہیں، انہوں نے کامیاب اجلاس کے انعقاد پر ڈاکٹر عظیم الدین صاحب اور ان کے رفقاء کو مبارکباد دی، اس کے بعد مولانا محترم نے بورڈ کے صدر عالی وقار حضرت مولانا رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم کی جانب سے جناب مفتی صادق خان صاحب کو قاضی شریعت مقرر کیا، اور ان سے حلف لیا کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق دار القضاء میں آنے والے معاملات کو حل کریں گے، یہ عظیم الشان اجلاس عام حضرت مولانا بستوی صاحب کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔ موخہ ۱۸/مارچ بروز اتوار بعد نماز ظہر فوراً مسجد ارقم ممبرا خواص کی ایک اہم نشست منعقد ہوئی جس کی صدارت حضرت مولانا سلامت اللہ ندوی صاحب (مہتمم جامعہ ابن عباس) نے فرمائی اس نشست میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے سکریٹری محمد عمرین محفوظ رحمانی نے طلاق ثلاثہ بل کے سلسلے میں تفصیلی خطاب فرمایا انہوں نے طلاق ثلاثہ بل کی خامیاں بتاتے ہوئے اس بل کو مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سخت نقصان قرار دیا، اور ملک کے طول وعرض میں ہونے والے خواتین کے پرامن اور خاموش احتجاجی جلوس کی تفصیل بیان کی۔ اسی دن بعد نماز مغرب اولا جامع مسجد اندھیری میں دار العلوم اسلامیہ کا جلسہ دستار بندی وتقریب افتتاح دار القضاء منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت ممبئی کے مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن فتحپوری نے فرمایا، اور کلیدی خطاب بورڈ کے رکن مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے فرمائی۔

Volume:56/66,Issue:13 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqeeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

میری ہمت کو سراہو میرے ہمراہ چلو
میں نے اک شمع جلائی ہے ہواؤں کے خلاف
(نامعلوم)

شریعت ایکٹ کا پس منظر

مولانا عتیق احمد بستوی

ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں مسلمانوں خصوصا علمانے جو غیر معمولی قربانیاں دی ہیں اور جدو جہد کی ہے،اس کا ایک بڑااوراہم ترین محرک یہ بھی تھا کہ ملک آزاد ہونے کے بعدان کو بھر پور مذہبی آزادی حاصل ہو،ان کے وہ مذہبی حقوق بحال ہوجائیں،جنہیں انگریزوں کی استبدادی حکومت نے ان سے چھین لیا تھا۔علماء ہند کی معتبر ترین تنظیم جمعیۃ علماء ہند نے اپنی قراردادوں سے یہ بات واضح کردی تھی اور بڑی حدتک کانگریس سے وعدہ بھی لیا تھا کہ ملک کی آزادی کے بعد مسلمانوں کو اپنی مذہبی اجتماعی تنظیم میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی جائے ،قضا کے نظام کو حکومت ہند بحال کردے گی اور مسلمانوں کے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔جنگ آزادی کے عظیم مجاہد محمد علی جوہر جنہوں نے گاندھی جی کے شانہ بشانہ آزادی کی جنگ لڑی؛ بلکہ گاندھی جی کو ہندوستان میں متعارف کرانے اورعوامی لیڈر بنانے میں ان کا بنیادی کردار ہے،انہوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے غیر مسلم قائدین پر یہ بات واضح کردی تھی کہ ہم ایسا ہندوستان چاہتے ہیں،جس میں ہر مذہب والے کواس کے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو۔مولانا سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم اپنی کتاب''مولانا محمد علی کی یاد میں''مولانا محمد علی جوہر کی ایک تقریر کا اقتباس اس طرح نقل کرتے ہیں:''مجھ کواس پر کوئی اعتراض نہیں کہ ہندو یا کسی اور ترقی پسند مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے لیے کوئی قانون منظور کرائیں؛لیکن میرا مذہب ترقی پسند نہیں،اس کا قانون خدا کی طرف سے بنا ہوا ہے،جیسا کہ میں نے اپنے اس بیان میں بتایا ہے،جو۹رستمبر ۱۹۲۹ء کومسلمان علماء کے اس وفد کی طرف سے ہزاا کسلنسی واسرائے کو پیش کیا،جس کی قیادت میں نے کی،اس کی ایک نقل میں یہاں منسلک کرتا ہوں،اس قسم کے اہم کا فیصلہ جلد بازی میں نہ کرنا چاہیے اور جب کوئی ایسا موقع آئے گا تو میں اس پر نگاہ رکھوں گا کہ کم ازکم مسلمانوں کے مذہب کو انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے بالاتر رکھنا چاہیے،خواہ یہ قوانین ہندوستان یا برطانیہ کے پارلیمنٹ میں کیوں نہ بنائے جائیں،اس کے بغیر مسلمان کسی دستور کے وفادار نہیں ہوسکتے''۔(مولانا محمد علی یاد میں،ص:۲۵۶)

مولانا ابوالکلام آزاد جوعظیم مجاہد آزادی اورآزاد ہندستان کے پہلے وزیر تعلیم تھے،انہوں نے مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب میں لکھا ہے:''اسلام کے احکام کوئی راز نہیں،جن تک گورنمنٹ کی رسائی نہ ہو،چھپی ہوئی کتابوں میں مرتب ہیں اور مدرسوں کے اندر شب وروز لوگ ان کا درس دیتے ہیں،پس گورنمنٹ کو چاہیے کہ صرف اس بات کی جانچ کرے کہ واقعی اسلام کے شرعی احکام ایسے ہی ہیں،یا نہیں؟اگر ثابت ہوجائے کہ کہ ایسا ہی ہے تو پھر صرف دو ہی راہیں گورنمنٹ کے سامنے ہونی چاہئیں،یا مسلمانوں کے لیے ان کے مذہب کو چھوڑ دے اور کوئی ایسی بات نہ کرے،جس سے ان کے مذہب میں مداخلت ہو،یا پھر اعلان کردے کہ اس کو مسلمانوں کے مذہبی احکام کی کوئی پرواہ نہیں ہے،نہ اس پالیسی پر قائم ہے کہ ان کے مذہب میں مداخلت نہ ہوگی۔اس کے بعد مسلمانوں کے لیے نہایت آسان ہوجائے گا کہ اپنا وقت بے سود شوروفغاں میں ضائع نہ کردیں اور برٹش گورنمنٹ اور اسلام ان دونوں میں کوئی ایک بات اپنے لیے پسند کریں''۔(مسئلہ خلافت اور جزیرہ عرب،ص:۲۰۴۔۲۰۵،طبع ثانی)

انگریزوں کے دور اقتدار میں مسلمانوں نے نفاذ شریعت کے میدان میں جو بڑی کامیابی یہاں حاصل کیں،ان میں سے ایک برطانوی پارلیمنٹ ہند سے 1937ء میں''شریعت ایکٹ'' کی منظوری تھی اور دوسری کامیابی 1939ءمیں اسی برطانوی پارلیمنٹ سے''قانون انفساخ نکاح مسلمات'' کا پاس ہونا تھا،ہم ان دونوں قوانین کا مختصر وضاحت ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

1857 کے بعد انگریزوں نے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ عدلیہ کا پورا ڈھانچہ تبدیل کرکے رکھ دیا،1862 میں اسلامی تعزیرات کو منسوخ کرکے تعزیرات ہند کا نفاذ عمل میں آیا،1864 میں زبردست قدم اٹھاتے ہوئے برطانوی حکومت ہند نے مسلمان قاضیوں کی تقرری موقوف کردی،1864 سے قبل ہر علاقہ میں حکومت کی طرف سے مسلمان قاضی مقرر کئے جاتے تھے،جو مسلمانوں کے خانگی اور عائلی تنازعات میں شریعت اسلامی کے مطابق فیصلے دیا کرتے تھے،1872 میں اسلامی قانون شہادت کی حکمرانی عدالتوں سے ختم کردی گئی،اس کی جگہ انسانی ذہنوں کا تراشا ہوا قانون شہادت نافذ کیا گیا،غرضیکہ ایک ایک کرکے اسلامی قصر عدالت کی ساری اینٹیں جدا کرکے پورے عدالتی نظام کو غیر اسلامی خطوط پر استوار کیا گیا اور یہ سب کچھ جبر وتشدد کے سہارے کیا گیا،مسلمانوں کی آہ وفریاد اور نالہ واحتجاج نے کوئی اثر نہیں کیا۔انگریزوں نے یہ سب کارروائیاں جوش غضب اور جذبۂ انتقام میں کیں،انہیں اس بات کا بے پناہ غصہ تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں نے برطانوی سامراج کا استقبال کرنے کے بجائے قدم قدم پر اس کی شدید مزاحمت کی اور ہندوستان سے انگریزوں کا اقتدار ختم کرنے کے لیے ہر خطرہ مول لیا۔امتداد زمانہ کے ساتھ انگریزوں کے جذبہ انتقام میں کچھ کمی ہوئی،انگریز حکام نے محسوس کیا کہ برطانوی حکومت ہند سے مسلمانوں کی نفرت وعداوت کا سب سے اہم سبب ان کے دینی معاملات میں صریح مداخلت ہے،بالآخر مرکزی مجلس قانون ساز کے مسلم اراکین کی تحریک اور کوششوں سے 1937 میں شریعت ایکٹ منظور ہوا،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وراثت،نکاح،فسخ نکاح بشمول طلاق،ایلاء،ظہار،لعان،خلع،مبارات،نفقہ،مہر،ثبوت نسب،امانت،جائیداد،حق شفعہ،ہبہ،اوقاف کے معاملات میں مسلمان لازمی طور پر پرسنل لا کے تابع ہوں گے،وصیت اور تبنیت کے معاملات میں مسلم پرسنل لا کا اطلاق اختیاری ہوگا۔شریعت ایکٹ منظور ہونے سے ہندوستان میں اسلام کے عائلی قوانین کو بڑی حدتک تحفظ حاصل ہوا۔

شریعت ایکٹ منظور ہونے سے اسلامی قانون کے ایک جز کو جسے ہم عائلی قوانین سے تعبیر کرتے ہیں،قانونی تحفظ حاصل ہوا؛لیکن عائلی قوانین کے تعلق سے دو پہلو شریعت ایکٹ منظور ہونے کے بعد بھی نظر ثانی اور ترمیم کے محتاج تھے:مسلمانوں کے عائلی اور معاشرتی نزاعات کا فیصلہ کرنے کے لیے مسلم قاضیوں کا تقرر شرعا ضروری تھا؛ کیوں کہ غیر مسلم جج کا فیصلہ خواہ اسلامی قانون کے مطابق ہی کیوں نہ ہو،شرعا نافذ العمل نہیں ہوتا،لہذا اگر غیر مسلم جج خالص شریعت اسلامی کے مطابق ایک مسلمان عورت کا نکاح فسخ کرتا ہے تو شرعا نکاح فسخ نہیں ہوتا اور وہ عورت دوسرا نکاح کرنے کے مجاز نہیں ہوتی،''شریعت ایکٹ'' مسلمانوں کے لیے اسی وقت کارآمد ومفید ہوسکتا تھا،جب کہ مسلمانوں کے عائلی مقدمات کے فیصلے اور شریعت ایکٹ کے نفاذ کے لیے ہر علاقہ میں مسلمان قاضی مقرر کئے جاتے۔

دوسرا قابل توجہ پہلو یہ تھا کہ مسلمانان ہند کی غالب اکثریت چوں کہ حنفی المسلک ہے؛اس لیے عدالتیں عملاً اس کی پابند تھیں کہ شریعت ایکٹ کے دائرے میں آنے والے تنازعات میں فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ کریں،فقہ حنفی کی رو سے فسخ نکاح کے سلسلے میں قاضی کا دائرہ اختیار محدود سے محدود تر ہے،عورتوں پر شوہروں کے مظالم دن بہ دن بڑھ رہے تھے،اسلامی شریعت سے دوری کی وجہ سے شوہر عموما بیویوں کے حقوق ادا کرنے میں بری کوتاہی برت رہے تھے،شوہر کی مفقود الخبر ی،عدم ادائے نان ونفقہ،بلاوجہ ضرب وکوب اور مظالم وغیرہ کی وجہ سے بہت سی عورتیں زندگی سے عاجز تھیں،اس طرح کے حالات میں بھی فقہ حنفی کی رو سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار قاضی کو حاصل نہیں،اس پوری صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ شوہروں کے مظالم سے رہائی کے لیے بعض مسلمان عورتیں ارتداد کا راستہ اختیار کرنے لگیں،مسلمان عورتوں کے ارتداد کے بعض ایمان سوز،روح فرسا حوادث پیش آئے۔

دوسرے مسئلہ کی طرف اس دور کے اکابر علما اور فقہا نے پوری توجہ کی،حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی نگرانی وسرپرستی میں''الحیلۃ الناجزۃ'' کی تالیف کا انقلاب انگیز کارنامہ انجام پایا،عورتوں پر ہونے والے مظالم کا سد باب کرنے کے لیے ضرورت شدیدہ کی بنا پر چند اسباب فسخ کو فقہ مالکی سے اختیار کیا گیا اور فسخ نکاح کے سلسلے میں قاضی کے دائرہ اختیار کو وسعت دی گئی؛تا کہ ستم رسیدہ عورتوں کی دادرسی عدالت کے ذریعہ کی جاسکے اور مسلمان عورتیں ارتداد جیسے ایمان سوز اقدام کا خیال دل میں نہ لائیں،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان مسائل پر محض اپنا فتویٰ صادر نہیں فرمایا؛ بلکہ قابل ذکر علماء ہند کا ان مسائل پر اتفاق بھی حاصل کیا۔''الحیلۃ الناجزۃ'' کی تالیف کے بعد حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور دوسرے اکابر علماء نے مجلس قانون ساز کے بعض مسلم اراکین کو اس پر آمادہ کیا کہ''الحیلۃ الناجزۃ'' کی روشنی میں''فسخ نکاح مسلمین'' کے سلسلے میں ایک بل مجلس قانون ساز میں منظور کرائیں،اس بل کا مسودہ بھی حضرات علماء کرام نے تیار کر کے دیا،''قاضی بل'' کا مسودہ بھی اس کے ساتھ منسلک تھا،سید محمد احمد کاظمی نے مسودہ قانون مرکزی مجلس قانون ساز میں پیش کیا اور تین سال کے بحث ومباحثہ کے بعد 1939ء میں قانون''فسخ نکاح مسلمین'' پاس ہوا،مگر بعض نام نہاد مسلم اراکین مجلس قانون ساز کی پرزور مخالفت کی وجہ سے فسخ نکاح کے لیے مسلم قاضی کی شرط ختم کردی گئی اور مسلمانوں کا ایک بڑا مذہبی مسئلہ حل ہوتے ہوتے رہ گیا۔بیسوی صدی کے ابتدائی دہوں میں پورا ہندوستان تحریک آزادی کے نعروں سے گونج رہا تھا،ہندوستان کی تمام قومیں ہندوستان کی آزادی کے لیے جان ومال کی بازی لگا رہی تھی،آزادی کی جدوجہد میں مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں تھے،تحریک آزادی میں مسلمان علماء،قائدین اور عوام اپنی تناسب آبادی سے کہیں زیادہ حصہ لے رہے تھے،تحریک خلافت نے آزادی کی جنگ میں ایک نئی روح پھونک دی تھی،کانگریس میں بہت سے مسلم رہنما اور علما شامل تھے،جمعیۃ علماء ہند کانگریس کے شانہ بشانہ جدوجہد آزادی میں شریک تھی؛اس لیے آزادی سے پہلے کانگریس نے اپنی متعدد سالانہ کانفرنسوں کی قراردادوں میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے مسئلہ کو شامل کیا اور مسلمان سے صریح وعدہ کیا اور یقین دہانی کرائی کہ آزادی کے بعد مسلم پرسنل لا کو پورا تحفظ فراہم کیا جائے اور اس میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔

آزادی کی صبح بڑی قربانیوں اور تمناؤں کے بعد طلوع ہوئی؛لیکن یہ صبح جس کا مدتوں سے انتظار تھا،مسلمانوں کے لیے بڑی بھیانک ثابت ہوئی،تقسیم ملک کے نتیجہ میں نفرت وعداوت کا بادل پورے ملک پر چھا گیا،بے گناہوں کے خون سے ہندوستان کی زمین لالۂ زار ہوگئی،ہندوستانی مسلمان بے پناہ خوف وہراس میں مبتلا ہوگئے،مسلمانوں نے آزادی کا جو سہانا خواب دیکھا تھا،وہ بکھر کر رہ گیا،انہیں حالات میں آئین ہند مرتب اور منظور ہوا،دستور ہند کے واضعین نے مذہب،زبان،تہذیب کی آزادی کو بنیادی حقوق میں شامل ضرور کیا؛لیکن مذہب کی آزادی کا دائرہ کہاں تک ہے؟اس کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی اور اقلیتوں کے تعلق سے معمولی جزئیات کی تفصیل موجود ہے،اسی دستور میں اقلیتوں کے پرسنل لا کے تحفظ سے متعلق ایک جملہ بھی موجود نہیں،ستم بالائے ستم یہ کہ دستور ہند کے واضعین نے مسلم اراکین کی مخالفت کے باوجود دستور ہند کے'مملکت کے رہنما اصول' کے حصہ میں دفعہ:۴۴ کے عنوان تحت''یکساں سول کوڈ'' کا شوشہ چھوڑ دیا ہے اور اقلیتوں خصوصا مسلمانوں کے سروں پر ننگی تلوار لٹکادی ہے؛ تا کہ جب بھی حالات سازگار ہوں اقلیتوں کے''پرسنل لا'' کا سر قلم کیا جاسکے۔

WEEK ENDING-26/03/2018, Fax : 0612-2555280,Phone:2555351,2555014,2555668,E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com,Web.www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے